بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

آزادی کے انسٹھ سال

اقرأ کتابک کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیباً (۱۴/۱۷)

حکیم الامت، علامہ اقبالؒ تاریخِ انسانی کے بالغ نظرانہ مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ عالم بشری میں ایک ایسی امت قائم ہوسکتی ہے جس کی اجتماعی زندگی امن وسلامتی پر موسس ہو...... بشرطیکہ توحید الٰہی کو انسانی فکر وعمل میں حسب منشائے الٰہی مشہود کرنا انسان کا نصب العین قرار پا جائے۔

نیز

عالم بشری (کے لئے)......سوائے نظامِ اسلامی کے کوئی اور واحد اجتماعی نظام ذہن میں نہیں آ سکتا کیونکہ جو کچھ قرآن سے میری سمجھ میں آیا ہے اس کی رو سے اسلام محض انسان کی اخلاقی اصلاح کا داعی نہیں بلکہ عالم بشری کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب بھی چاہتا ہے جو اس کے قومی اور نسلی نقطہ نگاہ کو یکسر بدل کر اس میں انسانی ضمیر کی تخلیق کرے۔

عالم بشری کے لئے قرآن پر مبنی واحد اجتماعی نظام کو بطور منزل سامنے رکھ کر آپ نے پہلا قدم اٹھایا اور ایک ایسے خطہ کے حصول پر زور دیا جو اس عالمگیر تجربے کے لئے بطور معمل کام دے سکے چنانچہ آپ نے ملت کے سامنے اس مملکت پاکستان کا تصور پیش کیا جس کا

اول مقصد یہ ہے کہ اسلام قائم رہے اور مسلمان طاقتور بن جائیں۔

انہوں نے یہ بھی واضح طور پر بتادیا کہ

> اگر آزادیٔ ہند کا نتیجہ یہ ہوا کہ جیسا دارالکفر ہے ویسا ہی رہے یا اس سے بھی بدتر بن جائے تو مسلمان ایسی آزادیٔ وطن پر ہزار لعنت بھیجتا ہے اور اسکی راہ میں لکھنا' بولنا' روپیہ صرف کرنا۔ لاٹھیاں کھانا' جیل جانا' گولی کا نشانہ بننا سب کچھ حرام اور قطعی حرام سمجھتا ہے۔

مسلمانانِ برصغیر کی جو تقدیر اقبال کے کارگہِ فکر سے نقش پذیر ہو کر نکلی تھی اس کے عملی حصول کے لئے جس تحریک کی ضرورت تھی اس کی قیادت کے لئے آپ کی نظرِ انتخاب قائداعظمؒ پر پڑی۔ چنانچہ مسلمانوں کی قسمت ان کے ہاتھ سونپنے سے پہلے انہیں آپ نے بتادیا کہ

> اس وقت حالت یہ ہے کہ روٹی کا مسئلہ دن بدن نازک ہوتا چلا جارہا ہے۔ مسلمان محسوس کررہا ہے کہ وہ گزشتہ دوسو سال سے نیچے ہی نیچے جارہا ہے اس لئے سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے افلاس کا کیا علاج ہو...... ہماری خوش قسمتی ہے کہ اسلامی آئین کے پاس اس کا حل موجود ہے۔ اس آئین کو دورِ حاضرہ کے تصورات کی روشنی میں مزید نشوونما دی جاسکتی ہے۔ اسلامی آئین کے طویل اور گہرے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر اس نظام کو اچھی طرح سے سمجھ کر نافذ کردیا جائے تو اس سے کم از کم ہر فرد کو سامانِ نشوونما دیا جاسکتا ہے۔

قائداعظمؒ بھی جنہیں اقبالؒ نے مسلمانوں کی قیادت کے لئے منتخب کیا اور جنہوں نے پاکستان حاصل کرکے دکھادیا یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ مسلمانوں کی نجات ایسے نظامِ معاشرت میں ہے جو قرآنی اصولوں پر موسس ہو۔ ۱۹۴۱ء میں آپ نے حیدرآباد میں فرمایا۔

> میں نے قرآن مجید اور قوانینِ اسلامیہ کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی' سیاسی' یا معاشی' غرضیکہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو۔ قرآن کریم کی اصولی ہدایات اور سیاسی طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے لئے بہترین ہیں بلکہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے لئے حسن سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے' اس سے بہتر تصور ناممکن ہے۔

یہ تھے وہ محرکات جنھوں نے مسلمانوں کو دنیا بھر کی مخالفت کے علی الرغم اس موقف پر قائم کر دیا کہ مسلمان بہ حیثیت مسلمان ملت واحدہ ہے اور اسے اپنی معاشرت کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کے لئے ایک ایسے خطۂ ارض کی ضرورت ہے جو اجنبی اثرات سے یکسر پاک ہو اور جسے وہ آزادانہ قرآنی تعلیمات کا گہوارہ بنا سکیں۔ کتنی پاک تھیں یہ امنگیں اور کتنی حسین تھیں یہ آرزوئیں۔ شاید انہی کا صدقہ تھا کہ خلاف توقع اور دیکھتے دیکھتے کرۂ ارض کی سب سے بڑی اسلامی مملکت معرض وجود میں آ گئی۔ کتنی بڑی کامیابی تھی یہ! وہ قوم جو کوئی نوے سال پیشتر دولت وحشمت سے اس قدر محروم کر دی گئی تھی کہ اس کی زندگی تک معرض خطر میں پڑ گئی تھی اور صاف نظر آ رہا تھا کہ اس امت کی اجل کا وقت آ پہنچا ہے وہی قوم ایک مملکت جدید کی مالک بن رہی تھی۔ ایسی مملکت کی مالک جس کی حیثیت تاریخ اسلام میں ایک دوسرے ''مدینہ'' کی تھی کہ یہاں وہ اپنے خوابوں کی تعبیر اور تصورات کی تشکیل بے روک ٹوک اور بلا خوف وخطر کر سکتے تھے۔

قائداعظم جو اس قوم کو ایک فرعون نہیں بلکہ متعدد فرعونوں کے چنگل سے نکال کر اس نئی دنیائے امن وسلامتی میں لے آئے تھے۔ ان کی عمر نے وفا نہ کی۔ وہ چل بسے تو عجیب افراتفری کا دور شروع ہوا۔ اس گھر کی حالت بعینہٖ وہ ہو گئی جو ایک بزرگ کے اٹھ جانے کے بعد ناخلف اولاد کے ہاتھوں ہو جایا کرتی ہے۔ نام نہاد آزادی کی زندگی کو دیکھا جائے تو پاکستان قرونِ وسطیٰ کا وہ دربار نظر آتا ہے' جس میں بادشاہ کے مر جانے کے بعد سازشوں کا جال بچھ گیا ہو۔ اقتدار کی اس کشمکش سے خانہ جنگی کی وہ صورت پیدا ہوئی کہ مقاصد کی تکمیل تو ایک طرف سرے سے مملکت کی برقراری مخدوش نظر آنے لگی۔

حصول پاکستان کے بعد پہلا سوال یہ پیدا ہونا چاہئے تھا کہ جس قرآنی نظمِ معاشرت کے تجربے کے لئے اس خطۂ ارض کو حاصل کیا گیا ہے اس کا خاکہ کیا ہے اور اس میں کیسے رنگِ عمل بھرا جا سکتا ہے۔ لیکن ایک تو اس منفرد ملک کی پیدائش ہی نے اس کے لئے ایسے گوناگوں خطرے پیدا کر دیئے کہ ان سے عہدہ برا ہونا آسان نہ تھا۔ دوسرے قائدین پاکستان اہم امور سے ہٹ کر ذاتی اقتدار کے حصول میں منہمک ہو گئے جس سے موانعاتِ راہ ناقابل عبور بن گئیں۔ چنانچہ آزادی کے انسٹھ سالوں میں ہمارے نام نہاد دستور سازوں نے مطلقاً یہ کوشش نہیں کی کہ اسلامی اصولوں کو ترتیب و متشکل کریں تاکہ ان کے مطابق مملکت کا دستور تیار کیا جا سکے۔ ان کا از خود نہ کرنا شاید اس لحاظ سے قابل فہم تھا کہ وہ اس میدان کے مرد نہیں تھے لیکن جو چیز بالکل ناقابل فہم اور ہر طرح ناقابل معافی تھی وہ یہ تھی کہ انہوں نے اقبالؒ کے اس مکتب فکر سے ذرا بھی استفادہ

کرنے کی کوشش نہیں کی جو قرآنی اصولوں کی تشکیلِ نو میں مصروف تھا اور ہے۔ اس مکتب۔۔ یعنی طلوع اسلام۔۔ نے اسلامی نظام اور قرآنی دستور پاکستان کو اس وضاحت سے مرتب کر کے ان کے سامنے پیش کیا کہ اس کی مثال سارے اسلامی لٹریچر میں نہیں ملتی۔ اس بے مثل کاوش کے بے نظیر نتائج کو ہاتھ تک لگانا گوارا نہ کیا گیا۔

یہ حقیقت ہے کہ گزشتہ انسٹھ سال میں ہم قدم قدم پر مات کھاتے رہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ نتیجہ ہے ہماری غلط روش زندگی کا اور یہ بھی کہ ہم جس آئیڈیالوجی کو لے کر چلے تھے اسے ہم نے کہیں بھی نہیں آزمایا۔ لہٰذا جہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اب تک ناکام ہوئے وہاں یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ یہ ناکامی ہماری آئیڈیالوجی کی ناکامی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ہماری آئیڈیالوجی ناکام نہیں ہوئی بلکہ ابھی اسے آزمایا ہی نہیں گیا تو اس آئیڈیالوجی کو اچھی طرح سمجھئے اور اسے عملاً زندگی کے تمام شعبوں میں نافذ اور رائج کیجئے۔ ہماری خوش بختی ہے کہ ہماری آئیڈیالوجی بالکل محفوظ حالت میں قرآن میں موجود ہے۔ گویا ہم نے کچھ کھویا نہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم قرآن کو ضابطہ حیات بنائیں۔ اس کے لئے قومی عزم کی ضرورت ہے۔ ہم میں آج تک اس عزم کا فقدان رہا ہے۔ قومیں اس سے محروم ہو کر موت سے ہمکنار ہو جاتی ہیں اور جب اس دولت کو پا لیتی ہیں تو ان کی موت زندگی سے بدل جاتی ہے۔

بہ حیثیت مسلمان' ہماری حیاتِ ملی کے لئے بنیادی اسباب میں سے دو ہی چیزوں کی ضرورت تھی۔ ایک ہماری بے مثل و بے نظیر آئیڈیالوجی اور دوسرے وہ خطۂ زمین جس میں آئیڈیالوجی کو نافذ کیا جا سکے۔ ہماری آئیڈیالوجی (قرآن) تو شروع سے محفوظ چلا آ رہا ہے اور ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ اللہ کا شکر ہے کہ وہ خطۂ زمین جسے ہم نے اس کے لئے حاصل کیا وہ بھی ابھی تک محفوظ ہے۔ اگرچہ متعدد تخریبی قوتوں کا یہ عالم رہا اور اب تک ہے کہ (غالب سے معذرت کے ساتھ)

آوارۂ غربت نتواں دید صنم را
''خواہم'' کہ دگر بتکدہ سازند حرم را

یہ خطۂ زمین ہمارے پاس محفوظ ہے تو ہمیں سمجھ لینا چاہئے کہ آج ۱۴/ اگست ۲۰۰۶ء نہیں بلکہ ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء ہے۔ لہٰذا اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ اگر آپ صحیح خطوط پر کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اس کا نئے سرے سے آغاز کر دیجئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صابر صدیقی

گُلِ نَخُستیں

علامہ اقبالؒ کو لوگوں نے شاعر سمجھ کر انہیں شاعرِ مشرق کا خطاب دے دیا اور مغرب نے انہیں فلسفی سمجھ کر سمجھنے کی کوشش نہ کی لیکن علامہ اپنے آپ کو مروجہ اصطلاحات کے پیش نظر نہ تو اپنے آپ کو شاعر کہتے ہیں اور نہ ہی فلسفی کیونکہ وہ فلسفہ کو زندگی سے دوری خیال کرتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ موجودہ دور میں کاروان اسلام کے حدی خواں ہیں جو ایک بدکی ہوئی اونٹنی کو کارواں کی قطار میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ

نغمہ کجا و من کجا سازِ سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

یہاں علامہ نے چشم پوشی سے کام لیا ہے ورنہ وہ خوب جانتے تھے کہ ہمارا ناقہ بے زمام نہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس کی نکیل نااہل پیشواؤں کے ہاتھ میں آ گئی ہے۔ پیشواؤں کو تو چھوڑیئے دانشوروں کا بھی یہی حال ہے کہ وہ آج کل یہ ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں کہ علامہ اقبال یا قائداعظم کے پیش نظر ایک سیکولر سٹیٹ کا تصور تھا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ ۲۳ مارچ کو مینار پاکستان کے سایہ میں ایک مذاکرہ ہو رہا تھا۔ موضوع شاید دین و سیاست سے متعلق تھا تو راہنمائے مذاکرہ جناب حامد میر صاحب نے شرکائے مذاکرہ کی توجہ علامہ اقبال کے اس مصرع کی طرف کرائی کہ ''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی'' تو علامہ کے فرزند ارجمند جناب جسٹس (ر) جاوید اقبال صاحب نے فرمایا کہ یہ صرف نعرہ ہے ورنہ مذہب ہر ایک کا پرائیویٹ معاملہ ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ نہ تو شرکائے مذاکرہ میں سے کسی نے اور نہ ہی حاضرین میں کسی نے اٹھ کر یہ نہیں کہا کہ ''زخانوادۂ اقبال ایں چہ بوالعجبی ست''، میں نے اپنے دل میں ضرور کہا کہ ''چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی''۔

اگر مذہب ہر ایک کا پرائیویٹ معاملہ ہے تو پھر پاکستان بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا ہمارے راہنما یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی رگ جاں ہندو ڈراکولاؤں سے چھین کر مسلمان ڈراکولاؤں کے سپرد کر دی جائے۔ ہرگز نہیں۔ علامہ اقبال اور قائداعظم کی نگارشات و تقاریر میں معاملہ اس کے برعکس دکھائی دیتا ہے۔ اگر تعصب اور جہالت کی عینک کو اتار کر دیکھا

جائے تو یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ شعر و ادب اور فلسفہ میں ایک بلند مقام رکھنے کے ساتھ ساتھ علامہ کا اصلی مقام ایک مصلح اور داعی انقلاب کا ہے جنہوں نے اسلامی دنیا کے دانشوروں کے فکری دھارے کا رخ بدل دیا ہے اور آنے والا مورخ یہ لکھے گا کہ علامہ اقبال اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے طائر پیش رس ہیں اور یہی نہیں کہ مورخ کہے گا' علامہ خود اپنے تاریخی مقام کو سمجھتے تھے اور حتم ویقین کے ساتھ سمجھتے تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

شکست کشتیِ ادراک مرشدانِ کہن
خوشا کسے کہ بدریا سفینہ ساخت مرا

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرشدانِ کہن کو چھوڑ کر امت آپ کے دامن سے کیوں وابستہ ہو جائے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ

بیا ساقی بگرداں ساتگیں را
بیفشاں بر دو گیتی آستیں را
حقیقت را بہ رِندے فاش کررند
کہ ملا کم شناسدٗ رمزِ دیں را

اگر علامہ کو مسلمانوں کی تاریخ انحطاط کے حوالہ سے دیکھا جائے تو ان کی مثال کچھ کچھ مارٹن لوتھر سے ملتی ہے۔ جب مارٹن لوتھر نے یورپ میں تحریک اصلاح دین شروع کی تو عیسائی دنیا کے قدامت پسند پیشواؤں نے اس پر بہت سے الزام لگائے جن میں سے ایک یہ تھا کہ یہ شخص در پردہ اسلام کا پرچار کر رہا ہے۔ جب علامہ اقبال نے دین کی اصل بنیاد قرآن مجید اور صرف قرآن مجید کو ٹھہرایا تو ان پر کفر کے فتوے لگے اور کہا گیا کہ یہ شخص مغرب زدہ ہے اور نطشہ اور برگساں کے فلسفہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے۔ لیکن تاریخ کی قوت اپنا کام کرتی رہتی ہے۔ نہ تو یورپ کا پیشوائیت کا قدامت پسند طبقہ لوتھر کی تحریک کو روک سکا اور نہ ہی علامہ کا گل نخستیں بہار لائے بغیر دم لے گا۔

پیام مشرق میں ایک نظم ہے بڑی معنی خیز جس کا عنوان ہے ''گل نخستیں'' (پہلا پھول) اس نظم میں علامہ کے اس ادراک کی ہلکی سی جھلک دیکھی جا سکتی ہے کہ وہ تاریخ اسلام میں کس مقام پر کھڑے ہیں۔

پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب مرحوم نے شرح پیام مشرق میں لکھا ہے کہ یہ نظم پھول کی Personification ہے۔ یعنی پھول ایک شخص کی طرح محو گفتار ہے لیکن راقم بصد ادب واحترام ان سے اختلاف کرتے ہوئے سمجھتا ہے کہ یہ پھول نہیں بلکہ خود شاعر ہے جو اپنی قلبی واردات بیان کر رہا ہے۔ علامہ اقبال کو یقین تھا کہ جمال الدین افغانی' مفتی محمد عبدہٗ' سر سید احمد خاں' سعید حلیم پاشا اور اسی نوع کے دوسرے دانشور اسلامی دنیا کے ریگ زار پر ابر بہار کے جو چھینٹے برسا گئے تھے وہ رنگ لانے والے ہیں اور ان کی کوششوں سے اسلامی دنیا کے افق پر جو گھٹائیں اُمڈ رہی ہیں وہ موسم بہار کا مژدہ لے کر آنے والی ہیں اور شاعر اپنے ضمیر کی گہرائیوں میں ایک پھلتا پھولتا ہوا گلستاں لئے ہوئے اعلان کر رہا ہے کہ بہار پہنچ چکی ہے اور میں اس کا پہلا پھول ہوں۔

میرے اس خیال کو اس بات سے تقویت حاصل ہوتی ہے کہ جب ہم ''گل نخستیں'' سے اگلی نظم ''دعا'' کا مطالعہ کرتے

ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ شاعر کے دل میں ایک ہلچل مچی ہوئی ہے کہ پھول کی زندگی ہی کیا ہے کلی چٹک کر پھول بنتی ہے۔ پھول تھوڑی دیر کے لئے اپنی خوشبو چمن میں بکھیرنے کے بعد برگ برگ ہو کر خاک میں مل جاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ علامہ نے یہ نہیں کہا تھا کہ گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں۔ شاعر سوچ رہا ہے کہ اس کے بعد امت مسلمہ کا کیا ہوگا۔ کون ہے جو اس کی بات لوگوں کو سمجھائے گا۔ انہی جذبات کے تحت شاعر کے لبوں پر ''دعا'' آجاتی ہے۔

راقم قارئین کے مطالعہ کے لئے علامہ کی دونوں نظمیں آزاد اردو مفہوم کے ساتھ پیش کرتا ہے تاکہ جو فارسی نہیں سمجھتے وہ بھی اس تحریر سے مستفید ہو سکیں۔

''گل نخستیں''

ہنوز ہم نفسے در چمن نمی بینم
بہار می رسد و من گلِ نخستینم
بہ آبجو نگرم خویش را نظارہ کنم
بہ ایں بہانہ مگر روئے دیگرے بینم

(علامہ فرماتے ہیں کہ اسلامی دنیا میں انقلاب آرہا ہے۔ بہار کی آمد آمد ہے۔ بادِ بہاری کے جھونکے چلنا شروع ہو گئے ہیں اور گلشن اسلام میں پھول کھلنے والے ہیں اور ان میں سب سے پہلا پھول مَیں ہوں۔ میں اکیلا ہوں اور اپنے اکیلے پن کو دور کرنے کے لئے ندی میں اپنے عکس کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں کہ کوئی تو میرا ساتھی ہے۔ یہاں آبجو سے مراد قرآن مجید کی تعلیم ہے جس کی محکمیت اور قطعیت کو سمجھ کر انسان کو بڑا سکون ملتا ہے۔)

بخامہٗ کہ خطِ زندگی رقم زدہ است
نوشتہ اند پیامے بہ برگ رنگینم
دلم بہ دوش و نگاہم بہ عبرت امروز
شہید جلوۂ فردا و تازہ آئینم

(کہتے ہیں کہ فطرت کے کارگزاروں نے جس قلم سے زندگی کے خطوط کھینچے ہیں اسی قلم سے میرے برگہائے رنگیں (میری شاعری) پر اپنا پیغام بھی لکھ دیا ہے۔ میرا دل ماضی کی کامرانیوں اور حال کی ناکامیوں کے تغافل سے عبرت حاصل کر رہا ہے۔ لہٰذا میں ایک نئے قانون اور آئین (قرآن کے فلسفہ کی نئی تعبیرات) کو ذہن میں رکھے ہوئے مستقبل کی تہذیبی بلندیوں اور اخلاقی رفعتوں سے سرمست ہوں۔)

زتیرہ خاک دمیدم قبائے گل بستم
وگرنہ اخترِ وا ماندہ زپرِ وینم

(میں ایک غلام قوم (تیرہ خاک) میں پیدا ہوا ہوں اور ایک شاعر (پھول) کی حیثیت سے جانا جاتا ہوں اور آنے والی بہار یعنی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا نقیب بن گیا ہوں ورنہ دراصل میں ایک ستارہ (مصلح، راہنما) ہوں جو اپنے پروینی قافلہ سے پیچھے رہ گیا ہوں، یعنی میری سوچ، میرا فکر، میرا ذہن، میرا فلسفہ ان مشاہیر سے مناسبت رکھتا ہے جو اسلام کے صدرِ اول میں پیدا ہوئے۔)

یہ سب کچھ کہنے کے بعد شاعر کو خیال آتا ہے کہ ایک پھول کی حیثیت سے جو خوشبو چمن میں بکھیری ہے اور جو پیغام

اس نے مسلمانوں کو دیا ہے اس کا انجام کیا ہوگا۔ کیا وہ پھول کی طرح پتی پتی ہوکر خاک میں مل جائے گا۔ کیا قوم اس سے کوئی استفادہ نہیں کرے گی۔ یہ خیال آتے ہی اس کے قلب درد آگیں سے ایک شعلہ نکلتا ہے جو دعا بن کر لبوں پر آجاتا ہے۔

''دعا''

اے کہ از خمخانۂ فطرت بہ جامم ریختی
زآتشِ صہبائے من بگداز مینائے مرا
عشق را سرمایہ ساز از گرمئی فریاد من
شعلۂ بے باک گرداں خاکِ سینائے مرا
چو بمیرم از غبار من چراغ لالہ ساز
تازہ کن داغِ مرا سوزاں بصحرائے مرا

(علامہ اقبال مرحوم خدا تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ اے پروردگار تو نے قرآن مجید (خمخانۂ فطرت) کے جن اسرار و رموز سے مجھے آگاہی بخشی ہے میرا وہ نور بصیرت عام کردے تاکہ میری قوم کے افراد میں بھی وہی گداز پیدا ہو جائے جو مجھے آتش زیر پا رکھتا ہے۔ اور میری شاعری کو قوم کا اس طرح سرمایہ بنا کہ قوم میرے پیغام کی طرف مائل ہو جائے اور جب میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو میری قوم میں جو ایک بے آب و گیاہ صحرا کی طرح ہے اور جس میں اب غزالی اور ابن سینا پیدا کرنے کی قوت نہیں رہی وہ دوبارہ اپنی زندگی کو تاب دے کر بڑے بڑے مفکر پیدا کرے اور میری خاک (شاعری) کو کوہ طور کی مانند کردے کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ کو طور سے روشنی عطا ہوتی تھی۔ اسی طرح قوم میری شاعری سے وہ روشنی اور راہنمائی حاصل کرے۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آفتاب عروج

آئینہ حق نما

یہ اکیسویں صدی ہے۔ اب دنیا میں منقولات (کتابی اسناد) کے بجائے معقولات (علمی وعقلی دلائل' مشاہدہ وتجربہ وغیرہ) کو زیادہ اہمیت حاصل ہو رہی ہے۔ خلیے اور اس کے کردار واحکامات (Codes)' حیات کی ابتدا اور استمرار کی معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔ زمانہ برق رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے۔ زمان ومکان کے فاصلے سمٹ رہے ہیں۔ دنیا میں جوں جوں علم وآگہی میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ انسانی شعور بھی بلند سے بلند تر ہو کر کائنات کے سربستہ رازوں کے پردے چاک کرتا جا رہا ہے۔ اب انسان مریخ وزحل تک رسائی حاصل کر چکا ہے۔ مشاہدہ' تجربہ اور حقائق غلبہ حاصل کرتے چلے جا رہے ہیں۔ **سموات اور ارض میں جو کچھ ہے' سب تمہارے لئے مسخر کر رکھا ہے۔ (۱۳/۴۵) اس طرح اس نے اپنی ظاہر وباطن نعمتوں کو تمہارے لئے عام کر دیا۔ الخ...... اس کے نشانات' تصرفات میں سے آسمان اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا۔ اہل دانش کے لئے ان باتوں میں بہت سی نشانیاں ہیں' جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پروردگار! تو نے اس مخلوق کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ تو پاک ہے۔ تو قیامت کے دن ہمیں دوزخ سے بچائیو۔ (۱۹۱-۱۹۰/۳)......** لیکن عملاً دوزخ کی راہوں پر چلنے والے اپنی نیک تمناؤں اور مقدس آرزوؤں کے باوجود جنت تک نہیں پہنچ سکتے۔ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی اور ہم ایک ہزار سال سے مسلم امہ......؟ کے شعور کو دولے شاہ کے چوہوں میں ڈھالتے چلے آ رہے ہیں تو اس میں سے کیا نکلے گا......؟ دین......اور نہ دنیا...... محض بھیک اور ذلت رسوائی کی غلامی۔ ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات اور اب ہم پر...... خدا اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ (۲/۱۵۹)...... جو میری نصیحت سے منہ موڑے گا' اس کی معیشت تنگ ہو جائے گی۔ (طٰہٰ ۱۲۴)۔ قرآن کریم نے مومن یا مسلم ہونے کے لئے ایک کسوٹی' ایک معیار یا پیمانہ مقرر کر رکھا ہے۔ مسلم امہ خدا کے اس معیار یا پیمانے پر پوری نہیں اتر رہی۔ مجھ ناچیز' کم علم کی دانست میں وہ معیار یا کسوٹی یہ ہے۔ آیئے اس

کسوٹی کے آئینہ میں اپنا جرائم زدہ چہرہ دیکھیں۔

(پہلا جرم)......خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا۔ ایسا کرو گے تو بزدل ہو جاؤ گے۔ تمہارا اقبال جاتا رہے گا۔(انفعال ۴۶)۔ مسلم امہ نے تو آپس میں لڑائی جھگڑوں کے ریکارڈ قائم کر رکھے ہیں۔ ہماری تاریخ باہمی لڑائی جھگڑوں سے بھری پڑی ہے۔ گزشتہ ادوار کو تو چھوڑیئے کہ وہ ہمارے بس میں نہ تھے۔ پاکستان کی انسٹھ سالہ تاریخ میں باہمی لڑائی جھگڑوں کو شمار کریں تو شائد ہی ہمیں کبھی ندامت محسوس ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رحمت نے ہمیں بھائی بھائی بنایا تھا۔ (۳/۱۰۳) ہم نے بے گناہ اپنے ہزاروں کلمہ گو بھائیوں کو قتل کیا۔ یہ ایک حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اس بہیمانہ عمل میں بزعم خود بڑے بڑے جید علماء ملوث یا سرپرست رہے ہیں۔ اب کسی دشمن کو ہم پر حملہ کرنے کی ضرورت نہ رہی اور نہ ہی ہم میں سکت باقی رہی۔ ہم بزدل ہو چکے ہیں۔ ہمارا اقبال تو مدت ہوئی خواب بن کے رہ گیا ہے۔ ہم اللہ اور اس کے رسول کے باغی ہیں۔

(دوسرا جرم)......اور دیکھو' بیدل نہ ہونا اور نہ غم کرنا۔ اگر تم مومن صادق ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔ (۳/۱۳۹)...... مومنوں کی مدد کرنا خدا پر فرض ہے (الروم ۴۷) یہ آیت کریمہ پڑھ کر مجھے اپنی بدبختی پہ رونا آ رہا ہے کہ اللہ جل شانہ' نے تو اپنے آپ پر مومنوں کی نصرت و مدد کرنا فرض قرار دیا ہے۔ (۲۱/۱۰۵) اور ادھر......کوئی مومن صادق ہی نہیں جو سرفرازی وافتخار حاصل کر سکے۔......اس طرح ہم نے تم کو امت معتدل (توازن بدوش' دنیا میں توازن قائم رکھنے والی) بنایا تاکہ تم دنیا کے نگران بنو اور پیغمبر آخرالزماں تم پر نگران بنیں (البقرہ ۱۴۳) ہماری نگرانی تو یورپ+امریکہ کر رہے ہیں۔ نگرانی بھی کر رہے ہیں اور تذلیل بھی۔ لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل۔ اب ہمارے اعمال ضائع جا رہے ہیں۔...... ارشاد خداوندی کے مطابق خدا نے جو چیز (القرآن) نازل فرمائی انہوں نے (ہم نے) اس کو ناپسند کیا تو خدا نے ان کے اعمال اکارت کر دیے۔ (۸/۴۷) اسی وجہ سے تباہی و بربادی' شکست و ادبار کے ہولناک عفریت ہمارا مقدر ٹھہرائے گئے۔ جنہیں ہم اپنی چشم بینا سے دیکھ تو رہے ہیں لیکن تقلید و روایات کا سحر اس قدر شدید ہے کہ ہم اپنی تباہی و بربادی کا احساس نہیں کر پا رہے۔

(تیسرا جرم)......ہم تو ابھی تک شیعہ سنی کی فرسودہ' جاہلانہ بت پرستی سے ہی نجات حاصل نہیں کر سکے۔ چہ جائیکہ ہم دنیا میں اپنا مقام و مرتبہ یا کوئی بین الاقوامی کردار ادا کر سکیں اور نہ ہی اس ضمن میں پاکستان یا بیرون پاکستان کسی ادارہ' کسی عالم' کسی دانشور کو توفیق ہوئی ہے کہ اس جاہلی عصبیت سے نکل کر غور وفکر کر کے اتحاد و اتفاق کی راہیں تلاش کریں اور باہمی مکالمہ کی کوئی صورت نکالیں (نیتیں درست ہوں تو یہ

ناممکنات میں سے نہیں) ان فقہی، فروعی تضادات کی وجہ سے قوم ذہنی خلفشار میں مبتلا ہے۔ خدا اور اس کے رسول پر ایمان کے دعوے دار ایک دوسرے کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس سے بڑا جہنم اور کیا ہوگا......؟ لیکن قیادت و سیادت کی وراثت پر اپنے دائمی حق کے علمبردار اپنے اپنے فرقہ کی بنسری بجا رہے ہیں اور (روم) پاکستان جل رہا ہے۔

آیئے قرآن کریم سے اپنے اس جرم کے متعلق تصدیق کرائیں۔ **یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے۔** (اس میں کوئی شیعہ سنی نہیں) **اور میں تمہارا پروردگار ہوں۔ (الانبیاء۹۲)** بعد میں جن لوگوں نے کسی بھی وجہ سے اپنی نسبت شیعہ یا سنی یا کسی دوسرے کے حوالے سے کرائی قرآنی حکم کے مطابق مشرک ٹھہرے۔ **مومنو! اس خدا کی طرف رجوع کئے اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز پڑھتے رہو اور مشرکوں میں سے نہ ہونا جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود فرقہ درفرقہ ہوگئے۔ سب فرقے اس پرخوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔ (الروم ۳۲-۳۱) اور شرک ناقابل معافی جرم ہے۔ جو بغاوت کے زمرہ میں آتا ہے۔۔۔اور یہ اکثر۔۔۔خدا پر ایمان نہیں رکھتے مگر اس کے ساتھ (فرقہ پرستی اور قومیت کا) شریک کرتے ہیں۔ (یوسف ۱۰۶)۔** خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو (اس کے حکم میں) اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس نے خدا کے ساتھ (اس کے حکم میں) شریک مقرر کیا، اس نے بڑا بہتان باندھا (النساء ۴۸-۱۱۶)۔ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ **جن لوگوں نے اپنے خدا کے دین میں بہت راستے نکالے (ہم نے تو فرار کے بے شمار راستے اور طریقے نکال رکھے ہیں) اور کئی فرقے ہوگئے اے رسول! ان سے تمہارا کوئی تعلق واسطہ نہیں۔ الخ (انعام ۱۶۰)۔** مسند احمد حنبل کی ایک روایت کے مطابق۔۔حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔۔ جماعت (کے ساتھ رہو)، (حکم امیر سنو) اور (اس کی اطاعت کرو) ضرورت پڑے تو اپنی عزیز ترین چیزوں کو بھی چھوڑ دو اور اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکل کھڑے ہو۔ یاد رکھو جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہوگیا۔ اسلام کا پٹہ اس کے گلے سے اتر گیا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! خواہ وہ روزے رکھتا ہو، نمازیں پڑھتا ہو (پھر بھی اسلام سے خارج ہو جائے گا؟) فرمایا! ہاں خواہ وہ نمازیں پڑھتا ہو اور روزے رکھتا ہو اور بزعم خویش اپنے آپ کو مسلمان ہی کیوں نہ سمجھتا ہو۔ (دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا) حضرت علیؓ کا قول۔۔۔ ہمیشہ تفرقہ سے بچو یاد رکھو جو شخص ملت سے کٹ کر تنہا رہ جاتا ہے۔ وہ اس طرح شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ جس طرح بھیڑ گلے سے جدا ہو کر بھیڑیئے کا شکار ہو جاتی ہے! دیکھو!

جو شخص تمہیں اس شعار (فرقہ) کی طرف دعوت دے اسے قتل کر ڈالو خواہ وہ سر میرے ہی عمامہ کے نیچے کیوں نہ ہو۔

ڈالی گئی جو فصلِ خزاں میں شجر سے ٹوٹ
ممکن نہیں ہری ہو سحاب بہار سے

اب قرآنِ کریم فرقانِ مجید، رسول ﷺ اور حضرت علیؓ کی عدالت عظمیٰ کے فیصلہ کے مطابق ہم مسلم نہیں رہے۔ اگر کسی کو اپنے مسلم ہونے پر اصرار ہے تو وہ (ھاتو برھانکم) اس سے بڑی عدالت کا فیصلہ یا نذیر پیش کریں۔ ہماری گردنوں سے اسلام کا پٹہ اتر چکا ہے۔ اسی لئے ہماری نمازیں، ہمارے روزے اور دیگر عبادات ضائع ہو رہی ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ اور ایک معزز و معتبر صحابیؓ کے عدالتی فیصلہ کے مطابق (فرقہ بندی فرقہ سازی کے جرم کی وجہ سے) اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہم سے الگ ہو چکے ہیں۔ اب آپ دنیا و جہان پر نظر ڈالئے، آپ دیکھیں گے کہ ہر جگہ امت مسلمہ پٹ رہی ہے۔ ایک ارب پینتالیس کروڑ نفوس پر مشتمل مسلم امہ صرف چالیس پینتالیس لاکھ یہودیوں، (اسرائیل حکومت) سے لرزہ براندام ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے باغیوں کا ایسا ہی حشر ہوتا ہے۔ خوش فہمی اور خودفریبی دوسری بات ہے۔ بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے۔ مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے۔ **کہہ دو کہ وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ در فرقہ کر دے۔ اور ایک دوسرے کو لڑا کر آپس کی لڑائی کا مزہ چکھا دے (الانعام ۶۵)۔**

(چوتھا جرم) ...... جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب (القرآن) کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں، ظالم ہیں، فاسق ہیں، (مائدہ ۴۷، ۴۵، ۴۴)۔۔۔

(پانچواں جرم)...... مجھے کہنے دیجئے۔ میں بذات خود، میری قوم اور ہماری قیادت (جس نے انسان سازی، کردار سازی اور تزکیہ نفس (یزکیکم ۱۵۱-۲) کا فریضہ ادا کرنا تھا) کا طرز عمل منافقانہ ہے۔ (استثنا ہر جگہ ہوتی ہے) یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ آنکھوں پر عقیدت کی پٹی بندھی ہو۔ تو دوسری بات ہے۔ ہم نے اپنے آپ کو دین۔۔۔ اور دنیا کے علیحدہ علیحدہ پلڑوں میں ڈال رکھا ہے۔ ایک دن میرے ایک دوست (جو امریکہ میں رہائش پذیر ہیں) کا فون آیا۔ حال احوال کے بعد ۹/۱۱ کا قصہ۔۔۔ مسلمانوں کی حالت زار، ملکی حالات، بات سے بات چلتی ہوئی حرام حلال تک چلی گئی۔ میرے دوست نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا عروج بھائی! امریکہ کا ہر شہری دن بھر رزق حلال کماتا ہے اور رات کو اپنی حلال کی کمائی حرام کے راستے اڑا دیتا ہے۔ لیکن یہاں پاکستان کا ہر فرد تمام دن رزق حرام اکٹھا کرتا رہتا ہے اور شام میں گھر جا کر دن بھر کی تمام حرام کی کمائی پر تکبیر پڑھ کر کھا جاتا ہے۔ ہوس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا انسان کو۔ عقل والوں کے لئے اس میں نشانیاں

ہیں۔

(چھٹا جرم)...... دیانت' عدل و انصاف' فرائض منصبی کا تقدس' عہد کی پابندی' انسان کا بحیثیت انسان احترام' عفو درگزر' اخوت و بھائی چارہ اور سب سے اہم بات یہ کہ یتیموں (جو معاشرہ میں تنہا رہ جائے) مسکینوں (جن کا چلتا ہوا کاروبار۔۔ یا ذرائع رزق کسی حادثہ یا ناموافق حالات کے جبر کی وجہ سے بند ہو جائے۔) مسافروں' دائمی مریضوں کی مدداور بلا استثنا ان کی بحالی' ان کی عزت نفس کا تحفظ اور اس کا مستقل بنیادوں پر انتظام و انصرام اب ہمارے نصاب دین سے خارج ہو چکا ہے۔صلوٰۃ جو برائیوں (نہی المنکر) کو روکنے کی ضامن تھی۔(۲۹/۴۵) وہی صلوٰۃ اب ہمارے لئے باعث خرابی بن چکی ہے۔(الماعون۴) یہی وہ متذکرہ اقدار و فرائض تھے۔ جو مسلم معاشرہ کی روح تھے۔ انہی اقدار و اوصاف پر مسلم معاشرہ کا ڈھانچہ استوار تھا۔ یہ اقدار و اوصاف اس دور ہمایوں میں کسی دوسری قوم یا کسی دوسرے معاشرہ میں موجود نہ تھے۔ میرے اللہ' میرے نبیﷺ کی یہ رحمت و نعمت تھی جس نے سوسمار کھانے اور کھجور کی گٹھلیوں کے آٹے پر زندگی بسر کرنے والی قوم کے دلوں کو وحی الٰہی کے نور سے منور کر کے ان میں اعلیٰ ترین اخلاق و کردار کا انقلاب برپا کر کے دنیا میں تمکن و سرفرازی و امامت عطا فرمائی۔ انہی اقدار و اوصاف کو دیکھ کر ہی لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہوئے تھے۔(سورۃ النصر ۳'۲'۱) ورنہ اہل عرب بھی دنیا کے دوسرے انسانوں کی طرح کے انسان تھے بلکہ ان سے بھی فروتر' ان کے سروں پر سرخاب کے پر نہیں لگے ہوئے تھے۔ جو لوگ انہیں دیکھ کر دین اسلام قبول کرتے۔ وحی الٰہی محض پوجا پاٹ کے لئے نہیں آتی یہ انسانی فوز و فلاح اور سفر زندگی میں پیش آمدہ دشوار گزار گھاٹیوں میں راہنمائی اور ان کی گردنوں میں پڑے غلامی کے طوق اتار کر انسانوں کے تحفظ و آزادی' عزت نفس' آرام و راحت' ان کی انسانی ذات کی نشو ونما اور خوشگوار اور محفوظ ترین زندگی کی ضمانت دے کر ان کے ہاتھوں اللہ کی کبریائی (حکم) قائم کرنے کے لئے آتی ہے۔

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسمان کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے' تو نہیں جہاں کے لئے

جاگیرداری و سرمایہ داری نظام اسلامی نظام حیات کی ضد ہے۔ یہ ایک شیطانی نظام ہے۔ اس نظام جاگیرداری و سرمایہ داری نے انسانیت کو غربت کے اتھاہ اندھیروں اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔ یہ نظام دنیا کے تمام جرائم کا منبع ہے اور انسانی عزت و ناموس کا قاتل ہے۔ عریانی و فحاشی اور ہر قسم کی برائی و جرائم اسی شیطانی نظام کی گود میں پرورش پاتے ہیں لیکن ہمارے علماء کرام آئے دن فحاشی و عریانی کا واویلا تو کرتے رہتے ہیں لیکن اس کی جڑ اس کے منبع کو ختم کرنے کے لئے یا اسکی اصلاح کی کسی تدبیر کے لئے کوئی تحریک چلانا تو در کنار لب کشائی (فتویٰ) تک

بھی نہیں کرتے کیا یہ سب کچھ الدین (اسلامی ضابطۂ حیات) کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا۔۔۔؟ اگر یہ تمام امور جن کا ابھی ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ دائرہ الدین میں داخل نہیں ہیں تو پھر باقی بچتا ہی کیا ہے؟ اسلامی ضابطۂ حیات ہوتا کیا ہے۔۔۔؟

تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کا بنا سرمایہ داری ہے

(ساتواں جرم)......آخر ہم اپنے دینی مدارس میں اسلامی تعلیمات کو جدید دور کے معروضی اور زمینی حقائق اور تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے سے کیوں گریزاں ہیں؟ کیا ایسا کرنے سے ہمارے دین کو خطرہ لاحق ہو جائے گا؟ کیا ہمارا ایمان اس قدر کچے دھاگے سے بندھا ہے کہ جیسے ہی ہم نے اپنے مذہبی نصاب سے ہٹ کر کوئی دوسری کتاب پڑھی یا پڑھائی ہم گمراہ ہو سکتے ہیں؟ کیا اللہ اور اس کے رسولﷺ نے ہمیں سائنسی' اقتصادی اور انجینئرنگ سے متعلق علوم کے حصول سے منع فرمایا ہے؟ یا ہم اپنی کم علمی' نااہلی کے احساس شکست خوردگی سے خوف زدہ ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کے علم پر یہ قابو نہیں پا سکے' اس کو نادانی سے جھٹلا دیا اور ابھی اس کی حقیقت ان پر کھلی ہی نہیں۔ الخ ۳۹/۱۰۔ اگر ہمارا موجودہ نہج زندگی اور فہم اسلام صحیح ہے اور ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم صراط مستقیم پر ہیں۔ ہم اپنی منزل حاصل کر لیں گے۔ تو پھر ہم دنیا کی تمام اقوام سے فروتر' کمزور' پسماندہ اور کم علم کیوں ہیں؟ جب کہ یورپ + امریکہ نے مسلم امہ کو غلام کیوں بنا رکھا ہے؟ جیسے بنی اسرائیل کو فرعون نے غلام بنا رکھا تھا۔ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا۔ اب ہمیں اسرائیلی فرعون سے نجات دلانے کے لئے کون آئے گا؟ اس کا جواب تلاش کیا جانا چاہئے۔ شنید ہے کہ اندھے یورپ کو روشنی دینے والے ہم ہی تھے۔ تو پھر اب ہمارے جوہر ادراک کی کلید کہاں کھو گئی......؟ ہمارے دیے کا تیل کیونکر ختم ہو گیا؟ کس نے کیا۔۔؟ جب کہ روشنی کا منبع نور (۳۵/۲۴) بھی ہمارے پاس ہے۔ اس کا دامن ہمارے ہاتھ سے کب چھوٹا۔۔۔؟ وہ تو قدم قدم پر ہمارا ہاتھ پکڑتا۔ سہارا دیتا اور کہتا ہے۔۔۔ افلا تعقلون (البقرہ ۷۶)... لا یعلمون (البقرہ ۷۷) افلا یتدبرون القران.. عقل والوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ (۴۰/۵۴) اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔ (۶۷/۱۰) اور اب ہم میں نیوٹن' آئن سٹائن' اور اسٹیفن ہاکنگ کیوں نہیں ہیں؟ کیا مسلم امہ بانجھ ہو چکی ہے؟ ایک کہاوت ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ بڑی مدت سے کوئی دیدہ ور پیدا نہیں ہوتا۔ جو ہوتا ہے مسلمانوں کے گھر پیدا نہیں ہوتا۔ قرآن کریم نے تو صاحبان عقل و دانش کو کائنات پر غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ جدید علوم حاصل

کئے بغیر ہم سائنسی آلات بنا سکتے ہیں نہ کائنات پر غور وفکر اور مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ جدید سائنسی علوم حاصل کئے بغیر موجودہ روایتی تعلیمی ڈھانچہ جدید ترقی یافتہ دور کا ساتھ نہیں دے رہا۔ جدید سائنسی علوم حاصل کئے بغیر ہم اپنا کھویا ہوا تمکن حاصل کرنا تو درکنار ہم تو اپنی حفاظت ودفاع کے لئے بھی (کافروں) کے محتاج ہیں۔ کیا ان علوم کو حاصل کرنے کی ذمہ داری (معروف معنی میں) صرف مسٹر قسم کے لوگوں پر عائد ہوتی ہے؟ ہمارے دینی مدارس میں اب ابن الہیثم، عبدالملک اصمعی، ابوعثمان عمر الجاحظ، الفارابی، بوعلی سینا پیدا نہیں ہو سکتے؟ اگر آپ ایسا ہی تسلیم کرتے ہیں تو آپ دیدہ دانستہ یا سادگی میں اس قوم بلکہ تمام مسلم امہ میں سیکولرازم کے غلبہ کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ کیا ہمیں یہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ ہم ڈیڑھ صدی قبل کی صورت حال میں کھڑے ہیں اور ہم نے قوم کو دو طبقوں میں تقسیم کر رکھا ہے ایک حصہ کی قیادت مذہبی علماء کر رہے ہیں۔ جب کہ دوسرے کثیر حصہ کی قیادت مسٹر قسم کے مسلمان راہنما کر رہے ہیں۔ یہ ثنویت غیر قرآنی، غیر اسلامی ہے اور ہماری قوم کے لئے خطرناک صورت حال کا اشارہ ہے۔ یہ ندی کے دو کنارے ہیں جو کبھی بھی آپس میں نہیں مل سکتے۔ ہماری پسماندگی و درماندگی کا یہی بڑا سبب ہے کہ قومی قیادت فکری تضادات کا شکار ہے۔ جب کہ دنیا کے کسی بھی دوسرے غیر مسلم ملک میں یہ صورت حال نہیں ہے۔ یہ اسی فکری پراگندگی کا نتیجہ ہے کہ یہ مطالبہ زور پکڑتا جا رہا ہے کہ ریاست کو مذہبی معاملات سے الگ رکھا جائے۔ ایسی صورت حال میں آپ دونوں طبقات کے راہنما اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو سکیں گے؟ شاید اللہ جل شانہ نے ایسی صورت حال کی عکاسی کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ہم نے ان کو امام بنایا تھا۔ وہ لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی (۲۸/۴۱)۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے ساتھ اللہ ہے نہ رسول ﷺ، نبوت ختم ہو چکی۔ اب کوئی معجزہ رونما نہیں ہو گا۔ آج کوئی بھی قوم معجزوں اور کرامات کے انتظار میں زندہ نہیں رہ سکتی۔ سیاچین اور کارگل کے برف پوش پہاڑوں پر جہاں انسانی اعضاء زرد پتوں کی طرح جسم سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ ان پر چڑھ کر قبضہ کرنا انسانی عزم و ارادہ، ہمت و استقلال جانی قربانی کا مظاہرہ تھا۔ جس نے دشمن پر لرزہ طاری کر دیا تھا۔ حضرت! جماعتیں (قومیں) فکری! ہم آہنگی، یقین محکم، اتحاد اور تنظیم کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر ''کرامات'' اور ''معجزے'' دکھایا کرتی ہیں۔ ۱۹۴۵ء میں ناگاساکی اور ہیروشیما کی تباہی کے بعد جاپانی قوم (جو خدا کو نہیں مانتی) نے اپنی خاکستر سے حقیقت کا ادراک حاصل کر لیا اور جنگجویانہ پالیسی ترک کر کے یہ معجزہ کر دکھایا کہ جس امریکہ نے اسے تباہ و برباد کر کے خاک کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا تھا۔ اب وہی امریکہ جاپانی عوام

کے سامنے گھٹنے ٹیک کر درخواست کر رہا ہے کہ وہ مہربانی کر کے اپنے ین کی قیمت کم کر دے تا کہ امریکی اقتصادیات کو سنبھالا مل سکے۔ ۱۹۴۸ء میں (ہم سے ایک سال بعد آزاد ہونے والی چینی قوم (وہ بھی خدا کو نہیں مانتی) نے اقتصادی صنعتی، سائنسی ترقی کر کے یہ ''معجزہ'' کر دکھایا کہ واشنگٹن اور نیویارک کے بڑے سے بڑا ڈیپارٹمنٹل سٹور ساختہ چین کے سامان سے بھرا پڑا ہے اور پاکستانی قوم (جو بزعم خود خدا کو مانتی ہے) تو قدم قدم پر منکر خدا' منکر رسالت والی قوم کی دست نگر ہے۔ زندہ' آزاد و خود مختار اور خوشحال رہنے کا عزم رکھنے والی قومیں اللہ کے قانون سے ہم آہنگی رکھتی ہیں۔ جدید سے جدید تر حرب وضرب کے سامان کا حصول اور اپنی معیشت میں خود کفالت جو صنعت وحرفت جو سائنسی علوم حاصل کئے بغیر ممکن نہیں یہ تمام کام معقولات کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ جدید سے جدید تر سامان حرب وضرب اپنی سرحدوں کو پوری قوت سے مضبوط رکھو۔ ۸/۶۰۔ قوت کا عطا ہونا خدا کا انعام ہے۔ (قرآن ۱۱/۵۲) اور یہ **انعام نظام تعلیم میں دنیوی و دینی ثنویت کو ختم کر کے دور جدید کے معروضی حالات اور زمینی حقیقتوں کے تقاضوں سے مربوط و ہم آہنگ کیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمیل احمد عدیل

حدیثِ نفس

صاحبو! ساری بحثیں بے کار نہیں ہوا کرتیں۔ بعض گفتگوئیں بڑی نتیجہ خیز ثابت ہوا کرتی ہیں اور یہ طے ہے کہ عمل کی بنیاد فکر ہی ہے۔ اگر سوچ کا زاویہ درست ہوگا تو اعمال کا قبلہ لازماً صحیح ہوگا۔ نہیں تو نہیں۔ ہمارے ایک دوست ہیں جو حقیقت میں پیکرِ اخلاص ہیں۔ مجسم وفا۔ دلدار، اپنا سب کچھ احباب پر نچھاور کرنے کے لئے ہمہ وقت مستعد۔ ماشاء اللہ پڑھے لکھے بھی بہت ہیں۔ وسیع المطالعہ بھی انہیں کہا جاسکتا ہے لیکن کیا ہے کہ نظری طور پر دنیا کے سخت مخالف یعنی مزاجاً، تارک الدنیا۔ رہبانیت کی طرف ایک دم مائل۔ اکثر اپنا کام کاج چھوڑ چھاڑ کر کئی ہفتوں کے لئے نامعلوم مقامات کی جانب روانہ ہو جاتے ہیں۔ سیر و سیاحت کی غرض سے نہیں بلکہ ''مکروہاتِ دنیا'' کو ترک کرنے کی نیت سے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ عیال داریاں بندے کی منزل کو کھوٹا کر دیتی ہیں۔ قرب ولقاء کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوتی ہیں۔ سو روحانی مدارج کو طے کرنا ہے تو معاشیات اور معاشریات کی نفی کرنا نہایت ضروری ہے۔ پھر اس سوچ کا ''عملی نمونہ'' فراہم کرنے کے لئے وہ دور دراز بستیوں کی اور نکل جاتے ہیں اور بندگانِ خدا کو یہی تعلیم دیتے ہیں، یہی تبلیغ کرتے ہیں کہ مادیات کے طاغوتی چکر سے نکلو۔ یہ یہ عربی عبارتیں زبانی یاد کرلو، پھر دیکھو روحانی ترفع کس طرح وقوع پذیر ہوتا ہے؟ عرفان کا نور کیسے نصیب ہوتا ہے؟ اوپر والے سے تعلق کیسے جڑتا ہے؟ اچھا یہ وضاحت ضروری ہے کہ موصوف اپنے کسی انفرادی رجحان کے تحت دنیا اور معاملاتِ دنیا کے پیچھے لٹھ لے کر نہیں پڑے ہوئے بلکہ وہ ایک ایسے ''مرکز'' کے ساتھ وابستہ ہیں۔ جس کے فضائل اعمال کا محور ہی یہ ہے کہ گھر بار کو تیاگ کر جنگلوں/صحراؤں میں نکل جاؤ۔ تارک الدنیاؤں کو اسی ''اجتماعی نظام'' کے تحت دنیا بھر کے علاقوں میں عربی عبارتیں یاد کروانے اور غالباً منتر وغیرہ رٹوانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اور راہب لوگ خوشی خوشی اپنے بیوی بچوں کو اوپر والے کے سپرد کر کے بستر کاندھے پہ جما کے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور پھر امیر کی ہدایت کے مطابق موبائل فون تک آف کر دیتے ہیں تاکہ پیچھے رابطے کی کوئی شکل نہ بن سکے۔ اس عمل کو وہ ''قطع ماسوا اللہ'' یا اس سے

کسی ملتے جلتے عنوان سے یاد کر کے باطنی لذت محسوس کرتے ہیں۔

ہم بار دگر عرض کر دیں کہ ہمارے مذکورہ ممدوح بلاشبہ اپنی ذات میں پرہیز گاری کی اس تعریف پر پورا اترتے ہیں جو ان کے اکابر نے ان کے کانوں میں انڈیل رکھی ہے۔ عبادت گزار بھی بہت ہیں کہ ہر فرض نماز، سنت نماز، نفل نماز کا خوب اہتمام کرتے ہیں۔ ہر شرعی عیب سے منزہ ہیں لیکن عجیب بات ہے جس خالق کی محبت میں وہ اپنے تیئں سرشار رہتے ہیں، اسی خالق کی تخلیق یعنی اس دنیا کو بنظرِ تحسین واستحسان دیکھنا انہیں پسند نہیں ہے اور اپنے اس طرزِ عمل پر وہ نازاں ہیں یعنی اسے مذہبی جوش کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ ایک روز ہمارے اعتراضات نما سوالات سن سن کر بولے: دیکھو عزیزم! رزق کمانے کی اجازت ضرور ہے لیکن حکم ہرگز نہیں۔ اگر کہیں ہے تو دکھاؤ؟ ہم نے عرض کیا۔ محترمِ پہلی بات تو یہ ہے کہ مذکورہ دلیل کچھ اس نوعیت سے مشابہت رکھتی ہے جس کا پرتو اقبالؒ نے اپنے اس شعر میں دکھایا ہے:

ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق!

مکرم! اللہ کی آخری کتاب میں جگہ جگہ مترفین کی مذمت کی گئی ہے اور بڑی ہی شدومد کے ساتھ اور مترفین آپ جانتے ہی ہیں اس طبقے سے وابستگان کو کہتے ہیں جو اپنے ہاتھ سے رزقِ حلال کمانے پر یقین نہیں رکھتا۔ کمائے گی دنیا کھائیں گے ہم کے سنہری اصول پر بڑی سختی سے عامل ہے۔

جی ہاں! دوسروں کی کمائی پر عیش کو عملاً اپنا نصب العین سمجھتا ہے۔ جب ایسے گروہ کی بھرپور حوصلہ شکنی کی گئی ہے تو اپنے آپ ثابت ہوگیا کہ آہن ربا اور جانگسل محنت کر کے روزی روٹی کمانا حکم کے درجہ میں داخل ہے۔ نیز صاحب! آپ غور کیجئے کہ اس تناظر میں ہر پیرا سائٹ سود خور ہے۔ ربٰو لینے والا۔ تڑپ کر بولے: ایک تو آپ بھان متی کا کنبہ جوڑنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ کہیں کی اینٹ، کہیں کا روڑا۔ مسٹر! مترف اور ہوتا ہے، سود خور اور۔ ان کا آپس میں کیا تعلق؟ ہم نے اس کی توضیح کرتے ہوئے ان کے گوش گزار کیا کہ ویسے ''سود'' کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے کہ یہ لفظ منافع کا فارسی متبادل ہے اور نفع کمانا کوئی جرم نہیں ہے۔ البتہ اصل زہر سے بھرا ہوا ڈنک ''ربٰو'' ہے۔ بولے، ربٰو سے آپ کی کیا مراد ہے؟ ہم نے گزارش کی، تفصیل پھر کبھی سہی، سرِ دست قرآن کی رو سے یہی جان لیجئے کہ ''ہر وہ سرگرمی ربٰو ہے جو ربوبیتِ عامہ کے منافی ہو''۔ اور مترفین کا ظہور چاہے سرمایہ داروں کی صورت میں ہو، چاہے ان کا بروز نام نہاد پیروں کی شکل میں ہو، چاہے وہ جاگیرداروں کے قالب میں نمودار ہوں۔ سب ربٰو میں آلودہ ہیں۔

حضرت! آپ جو ایک ایک فرد کو پکڑ کر عربی

عبارتیں یاد کراتے ہیں اور یہ ڈر بھی دلوں میں بٹھاتے ہیں کہ قبر میں سوال و جواب کی زبان صرف اور صرف عربی ہو گی۔ تو لگتے ہاتھ حضور نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ بھی شاملِ نصاب کر لیجئے:

الکاسبُ حبیب الله

اور اس کا ترجمہ و مفہوم بھی شعور کا حصہ بنا دیا کریں کہ محنت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہوتا ہے۔ جیسا کہ ولی اللہ' اللہ کا دوست ہوتا ہے' جیسا کہ خلیل اللہ' اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ باقی آپ کی مرضی ہے کہ اپنے ساتھیوں کو اگر صرف یہی ذہن نشین کرانا ہے کہ فرشتہ قبر میں Objective Type سوال پوچھے گا: ''الکاسب......'' تو آپ کہہ دینا ''الکاسب حبیب اللہ''۔ یعنی ایک لفظ کے اشارے سے حدیث کا متن فرفر سنا دینا۔ اس طرح فرشتہ مطمئن بھی ہو جائے گا کہ مردہ ''منکرِ حدیث'' نہیں ہے۔

اگر آپ خاکسار کو اجازت دیں تو ایک بات اور کہنی ہے کہ بڑی ہی مشہور حدیث ہے' جس کے نفسِ مضمون سے شاید کوئی نوعمر مسلم بھی ناواقف نہیں ہوگا:

> انصار میں سے ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں کچھ مانگنے کے لئے حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے پوچھا' ''کیا تیرے گھر میں کچھ بھی نہیں ہے؟'' اس نے عرض کیا' کیوں نہیں' ایک موٹی سی کمبلی ہے' اسے کچھ اوڑھتا ہوں کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' دونوں کو میرے پاس لے آ۔ وہ دونوں چیزیں لے کر حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے ان کو ہاتھ میں لے کر لوگوں سے فرمایا: ان کو کوئی خریدتا ہے؟ ایک شخص بولا' میں ایک درہم کو خریدتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے دو یا تین بار فرمایا' کوئی ایک درہم سے زیادہ دے سکتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں دو درہم دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے کمبلی اور پیالہ اسے دے کر دو درہم لے لئے اور اس انصاری سے فرمایا کہ ایک درہم کا تو کھانا لے جا کر اپنے گھر میں پہنچا اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لا۔ وہ کلہاڑی خرید لایا۔ آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ایک لکڑی کا دستہ اس میں ٹھونک دیا اور فرمایا: جا کر لکڑیاں کاٹ اور بیچ۔ اب میں تجھ کو پندرہ دن تک نہ دیکھوں۔ وہ شخص چلا گیا اور لکڑیاں کاٹ کاٹ کر بیچنے لگا۔ پندرہ دن کے بعد جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا تو اس کے پاس دس درہم جمع ہو گئے تھے۔ اس نے ان میں سے کچھ کا تو کپڑا خریدا اور کچھ سے کھانے کا سامان مول لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' یہ تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ جب تو قیامت کے دن آئے تو تیرے چہرے پر بھیک

مانگنے کا داغ ہو......!'' (مشکوٰۃ)۔

کہئے مولانا! وہ سائل اگر آج ہمارے دور میں ہوتا تو کیا کرتا؟ اگر وہ خود نہ بھی کرتا تو اسے مشورہ یہی دیا جاتا کہ تم QTV پر ایک عدد فون کال کرو۔ ایک تو تمہاری Live آواز آدھی سے زیادہ دنیا میں سنی جائے گی' دوسرے یہ کہ وہاں موجود بے چہرہ حضرت صاحب' تمہیں ایسا وظیفہ عطا فرمائیں گے جسے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق جب تم دہراؤ گے تو اپنے آپ تمہارے صحن میں ہُن برسنے لگے گا۔ مولوی صاحب! کبھی آپ غور کیجئے گا کہ ہمارے پیارے حضورﷺ نے اس شخص کو اس لمبے چوڑے چکر میں کیوں ڈال دیا؟ ایک تعویذ کیوں نہ لکھ دیا جس سے اس بے چارے کا معاشی مسئلہ بیٹھے بٹھائے حل ہو جاتا۔ معلوم یہی ہوتا ہے کہ ہمارے رسول حضرت محمدﷺ آسمان سے زمینی حقائق کے شعور کی نعمت لے کر ہی آئے تھے۔ پر افسوس کہ ہم نے اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر نہ کی۔

کیا اس تصریح کے بعد بھی تشنگی باقی رہ جاتی ہے کہ رزق کمانے کی محض اجازت نہیں باقاعدہ حکم ہے؟ محترم! یاد رکھئے یہ ہر انسان کا بنیادی فریضہ ہے' چونکہ یہ کام اوکھا بہت ہے اس لئے معذرت کے ساتھ آپ ایسے راہب زمینی حقیقتوں سے چشم پوشی اختیار کرتے ہوئے لوگوں کو یہ تلقین کرتے پھرتے ہیں کہ رازق وہی ہے جو پتھر میں موجود کیڑے کو بھی رزق پہنچاتا ہے' ہمیں اس فکرِ معاش میں مبتلا ہو کر مشرک نہیں بننا چاہئے' ہمارا کام صرف اور صرف عربی عبارتوں کو یاد کروانا ہے کہ قبر میں اسی کی پوچھ گچھ ہونی ہے۔

ہماری اس تلخ نوائی پر ہمارے مخاطب نے طنزیہ لہجہ اپنایا: آخر اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے آپ کو حدیثوں پر ''اتر آنا'' پڑا۔ روایات کو چھوڑیئے آیات پیش کیجئے۔ ہم نے عرض کیا: حبیبی! ذہنی تحفظات سے کبھی تو بے نیاز ہو جایا کیجئے۔ آپ سے کس نے کہا کہ حضورﷺ کی احادیثِ مبارکہ سے ہمیں کوئی (خاکم بدہن) کینہ ہے؟ ہماری تو ایک ہی شرط ہے کہ حضرت اقدسﷺ سے منسوب وہ روایات واقعتاً احادیث ہوں اور غالباً یہی معیار آپ کے اپنے پیشِ نظر ہے۔ حیرت ہے جب ہم دونوں ایک ہی معیار پر متفق ہیں تو آپ کیسے احادیث کے قائل ہو گئے اور یہ عاجز کیسے منکر ہو گیا؟

باقی قرآن کی اہمیت پر بھی ہم دونوں کا اتفاق ہے اور یوں اصولی طور پر یہ ڈیوٹی آپ کی ہے کہ دکھایئے کہاں لکھا ہے۔ رزق کمانا حکم نہیں ہے؟

بہر حال اس سلبی اسلوب کو ترک کرتے ہوئے اور ایجابی انداز اختیار کرتے ہوئے سر دست دو چار آیاتِ قرآنی کے تراجم پیش کر دیتے ہیں۔ تفصیلی حوالے پھر کبھی سہی:

(۱) کسی ذاتی رنجش کی وجہ سے اپنی رزق کی ذمہ

داری سے دستبردار مت ہو جاؤ۔ (۲۲/۲۴)۔

(۲) مرد کے ذمہ اہلِ خانہ کے لئے سامانِ رزق مہیا کرنا ہے۔ (۴/۳۴)۔

(۳) جب صلوٰۃ سے فارغ ہو جاؤ تو تلاشِ رزق میں چل نکلو۔ (۶۲/۱۰)۔

(۴) دن' تلاشِ رزق کے لئے ہے۔ (۱۲/۱۷' ۷۳/۲۸' ۲۳/۳۰)۔

(۵) جماعتِ مومنین کو تلاشِ رزق کے لئے بھی جانا ہوتا ہے۔ (۲۹/۴۸' ۸/۵۹' ۲۰/۷۳)۔

(۶) حج میں تلاشِ رزق کی ممانعت نہیں۔ (۲/۱۹۸)۔

(۷) بیت الحرام میں امن میں زندگی گزارنے والے بھی تلاشِ رزق کرتے ہیں۔ (۲/۵)۔

(۸) تم سمندری سفر طے کرو تاکہ تم اس کے فضل (رزق) تلاش کرو۔ (۱۴/۱۶' ۶۶/۱۷' ۴۶/۳۰' ۱۲/۳۵' ۱۲/۴۵) میں بھی سمندری رزق کا حوالہ ہے۔

(۹) پس اللہ سے اپنا رزق مانگو اور اس کی عبادت کرو۔ (۱۷/۲۹)۔

اچھا یاد آیا' ہمارے پارسا راہب نے ایک مرحلے میں یہ بھی کہا تھا کہ اجازت حکم نہیں ہوتی جیسا کہ قرآن مجید میں مومنین کو آپس میں مشاورت کی اجازت ہے لیکن یہ حکم نہیں ہے کہ لازماً مشورہ کیا کرو۔

اس استدلال پر ہم نے ان کی خدمت میں بس اسی عرض معروض پر اکتفا کی تھی۔ قرآن کے الفاظ اس سلسلہ میں یہ ہیں:

واقاموا الصلوٰة وامرھم شوریٰ بینھم (۴۲/۳۸)۔

وہ نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے معاملات باہمی مشورے سے طے کرتے ہیں۔

مکرم! اگر مشاورت محض اجازت تک محدود ہے تو پھر ساتھ ہی صلوٰۃ کی بھی یہی پوزیشن ہے۔ کیا اس کی بھی صرف اجازت ہے حکم نہیں ہے؟

جناب! آپ قرآن مجید کو تدبر کی مطہر آنکھ سے دیکھئے تو آپ کو تلاش رزق کی قدم قدم پر تاکید ملے گی۔ براہِ راست اسالیب اور بالواسطہ انداز میں یہ انسان کی اساسی ڈیوٹی گردانی گئی ہے۔ اگر وہ اس بنیادی ذمہ داری سے فارغ ہے تو پھر اس کے جینے کا مقصد ہی کیا ہے؟ اور ہاں یہ بھی ذہن میں رہے کہ جہاں ہر فرد کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ تم نے ''اپنے حصے'' کا رزق ڈھونڈنا ہے وہاں یہ بھی تلقین کر دی گئی ہے کہ اس طرح اپنے اثاثوں میں اضافوں کے خبط میں بھی مبتلا نہیں ہو جانا۔ تم نے میاں! برابر کماتے چلے جانا ہے لیکن زائد از ضرورت کو اپنے پاس قطعاً نہیں رکھنا۔ انسان اس (رزق) میں سے اپنی محنت کا

حق دار ہوسکتا ہے۔ باقی حق خدا کا ہے جو اس کے ضرورت مند بندوں کو مل جانا چاہئے۔ (۶/۱۴۲)۔ واضح رہے پورے قرآن میں اللہ نے بندوں پر اپنا یہی ایک حق جتایا ہے۔ خدا نے رزق سطحِ ارض پر بکھیر رکھا ہے۔ اس میں سے فصل کاٹتے وقت اس کا حق دے دیا کرو۔ اور اپنی ضروریات کے تعین میں اسراف مت کرو۔ (۳۲۔۱۷/۶۸)۔

آگے بڑھئے صاحب! رزق کی تنگی کو خدا کے عذاب سے موسوم کیا گیا ہے۔ (۱۱۲/۱۶)۔ جو قوانینِ خداوندی سے اعراض برتتا ہے اس کی معیشت (روزی) تنگ ہو جاتی ہے اور وہ قیامت میں اندھا اٹھتا ہے (۱۲۴/۲۰)۔ اگر قوانینِ خداوندی کے مطابق تقسیمِ رزق نہ ہو تو قومیں فراوانیٔ معیشت سے بھی تباہ ہو جاتی ہیں (۵۸/۲۸)۔ اپنی حکومت (یعنی حکومتِ خداوندی) ہو تو رزق طیب ملتا ہے (۲۶/۸)۔

بھائی صاحب! آپ جو ترکِ دنیا کر کے لوگوں کو بھی ترکِ دنیا کی نصیحتیں کرنے نکل جاتے ہیں تو اس توانائی کو حصولِ رزق کے لئے صرف کریں۔ پھر انفاق کر کے ''ثواب'' کمائیں۔ نیز تقسیمِ رزق کے صحیح پیمانوں کے نفاذ کے لئے حکومتِ الٰہیہ کے قیام میں مددگار ثابت ہوں۔ وہ جو سرمایہ داری نظام کے دست و بازو بنے مخلوقِ خدا کا استحصال کر رہے ہیں۔ آپ ان کے خلاف اپنی تبلیغ میں ایک لفظ تک زبان پر نہیں لاتے۔ کیا ہر مسئلے کا حل عربی عبارتوں کو از بر کرنا ہی ہے؟

برادر! ''نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری''۔ کرنے والا کام تو یہ ہے مگر آپ یکسر برعکس سمت میں سفر کر کے اپنی منزل کو ہی تبدیل کر چکے ہیں اور اس التباس میں گرفتار ہیں کہ آپ اپنا اور دوسروں کا ''تزکیہ'' کر رہے ہیں۔ خدا کو پانا ہے تو قوانینِ خداوندی کے مطابق سٹیٹ بنائیے۔

ہماری اس نا ملائم گفتگو پر انہوں نے پھر ردِعمل کا اظہار کیا اور فرمایا کہ یہ ریاست' یہ حکومت' یہ گورنمنٹ...... یہ سب معبودان باطلہ ہیں۔ یہ سٹیٹ وٹیٹ کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ کے نیک بندے' پسندیدہ لوگ وہی ہیں جو ان دنیا داریوں سے دور بھاگتے ہیں۔ اقتدار سب سے بڑا بت ہے اور مسلمانوں کا المیہ یہ ہے کہ وہ اس جھوٹے خدا کی پرستش میں بری طرح گرفتار ہو چکا ہے۔ یوں سچا خدا اس سے روٹھ گیا ہے۔ ایک سچے مومن کا کیا کام کہ وہ حکومتی دھندوں میں خود کو الجھا کر اپنی منزل ہی گنوا بیٹھے۔ سو ہمارا پیغام تو بس یہی ہے کہ اس دنیا کو دنیا داروں کے لئے چھوڑ دیا جائے اور خود سچا عبد بن کر عبادت میں ہر دم مشغول رہنا چاہئے۔ اور ان عبادات و ریاضتوں سے تزکیۂ نفوس کرنا چاہئے۔ اخلاقی تعلیمات کو عام کرنا چاہئے۔ باطنی اصلاح سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہے۔

ہم نے اپنے متذکرہ مکرم صالح رفیق کے نقطہ نظر سے اختلاف کرتے ہوئے کہا: افراد کی نفسی تربیت' اخلاقی قدروں کا احیاء' عبادتوں کی علامتی معنویت یہ سب اپنی جگہ مسلم۔ ان کی نفی مقصود نہیں۔ لیکن یہیں پر رک جانا بھی کسی طرح مستحسن نہیں ہے۔ ہمارا دین حیات کی کلیت پر محیط ہے۔ یہاں اگر نماز روزے کا حکم ہے تو جہاد کا حکم بھی موجود ہے۔ یہاں اگر Ethics کا احترام ہے تو مستقل قدروں کو ثمر آور بنانے کے لئے اجتماعی نظام کے قیام پر بھی زور دیا گیا ہے۔ یاد رہے جب تک قوانینِ الٰہیہ باقاعدہ 'ریاستی نظام' میں نہیں ڈھل جاتے یہ ممکن نہیں کہ ان کے فیض کی مکمل حالتیں ہماری زیست کا حصہ بن سکیں۔

اس پر وہ دوبارہ حوالوں کے تقاضے پر اتر آئے کہ بتایئے اللہ نے کہاں کہا ہے کہ حکومت کا قیام ضروری ہے؟ ہم نے اس اصرار پر عرض کیا:

حضرت! پہلی بات تو یہ ہے کہ کائنات میں صرف اور صرف قوانینِ خداوندی کی حکمرانی ہے۔ کیا ہمارا مشاہدہ تائید نہیں کرتا کہ پوری کائنات ایک خاص نظم ونسق کے تحت چل رہی ہے؟ یہ ضابطہ خود تقاضا کرتا ہے کہ سماجی دنیا میں بھی Man Made Laws کی بجائے خدائی قوانین کے عین مطابق نظام قائم ہونا چاہئے۔

محترم! ہم دوبارہ عرض کریں گے کہ خدائی انعامات مشروط ہیں حکومتِ الٰہیہ کے ساتھ۔ باقی آپ کی تسلی کے لئے فی الوقت یہ چند آیات بطور حوالہ موجود ہیں سرِ دست ان پر ہی تفکر کر لیجئے کہ اصل تعداد بہت زیادہ ہے۔

(۱) حکومت انعاماتِ خداوندی میں سے ہے (۵/۲۰)۔

(۲) حقِ حکومت صرف خدا کو حاصل ہے۔ اس کے سوا کسی کی محکومیت اختیار نہیں کرنی چاہئے (۱۲/۴۰)۔

(۳) ایمان اور عملِ صالح کا فطری نتیجہ دنیا میں حکومت اور اقتدار عطا ہونا ہے (۲۴/۵۵)۔

(۴) بنی اسرائیل کو کتاب' حکومت اور نبوت ملی تھی (۵/۲۰)۔

(۵) جو قرآن کریم کے مطابق حکومت قائم نہیں کرتے وہ کافر ہیں (۵/۴۴)۔ ظالم ہیں (۵/۴۵) اور فاسق ہیں (۵/۴۷' ۳/۲۲)۔

(۶) حکومت واقتدار خدا کے لئے ہے لیکن وہ اسے دنیا میں انسانوں کو اپنے قوانینِ مشیت کے مطابق دیتا ہے (۳/۲۵)۔

باقی حضرت یوسفؑ' حضرت ابراہیمؑ' حضرت موسیٰؑ' حضرت لوطؑ' حضرت یحییٰؑ' حضرت ہودؑ اور ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو اقتدار (تمکن فی الارض) کی عظیم نعمت عطا ہوئی تھی۔ آپؐ کے نقشِ قدم پر چلنے کا دعویٰ ہے تو پھر آپؐ کی طرز پر مدنی ریاست قائم کیجئے۔ جو چند عربی فارسی عبارتوں کی دہرائی سے نہیں بلکہ تسخیرِ فطرت یعنی سائنس اور ٹیکنالوجی میں دستگاہ سے ہی ممکن ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غلام باری، مانچسٹر

نماز کے اجتماعات کا مقصد

سب سے پہلے تو میں محترم آصف جلیل صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ماہنامہ طلوع اسلام بابت جولائی ۲۰۰۶ء میں قل ھو اللہ احد کے عنوان سے حقیقت پر ڈالے گئے پردہ کو اٹھایا۔ یہ صحیح ہے کہ مسلمان سورہ اخلاص کے مفہوم سے بے خبر ہیں نیز صلوٰۃ کی حقیقت سے لاعلم۔ یہ کیسے ہوا؟ دلخراش داستاں ہے۔ غضب تو یہ ہے کہ مسلمان اسے تسلیم کرنے کی جرات اپنے اندر نہیں رکھتے۔ وگرنہ ہو نہیں سکتا کہ ہر مسلمان صرف سورہ اخلاص کا مفہوم جانتا ہو اور نماز کا مقصد ان کے پیشِ نظر ہو تو دن میں پانچ بار اس کی یاد دہانی کرائی جائے اور قوم کے اندر نفسیاتی تبدیلی پیدا ہو کر وہ انقلاب برپا نہ ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفقاءؓ کے ہاتھوں رونما ہوا تھا...... ساری کائنات کا خالق، لاانتہا قوتوں کا مالک اللہ قاعدے قانون والا ہے۔ اللہ پر ایمان کے معنی ہیں اس کی ہستی پر یقین، اس کے قوانین پر پورا پورا اعتماد اور ان کی اطاعت کا اقرار۔ جب کہا جاتا ہے اللہ نے ایسا کیا تو اس سے مطلب ہوتا ہے اللہ کے قانون کی رو سے ایسا ہوا۔ اللہ الشافی ہے یعنی اس کے قانون کی رو سے علاج کے ذریعے مرض سے شفا ملتی ہے۔

سورہ اخلاص کا ترجمہ نہیں بلکہ مختصر مفہوم ہے:

اے رسولؐ ان سے کہو اللہ کا قانون سب کے لئے ایک ہے (اس میں استثناء نہیں)۔ (۲) اطاعت صرف اللہ کے قوانین کی کی جائے گی۔ (۳) اس کے ہاں حسب و نسب کچھ معنی نہیں رکھتے۔ (۴) اس کا نازل کردہ دستورِ حیات (Constitution) بے مثل ہے۔

☆ یعنی موروثی بادشاہت ممنوع ہے۔ خلافتِ راشدہ کے بعد ملوکیت آئی تو نظام میں خرابی شروع ہوگئی۔ ایک کے بعد دوسرا بادشاہ آیا مرض بڑھتا گیا آخرالامر مسلم قوم پر زوال آ گیا۔

☆ بڑے سے بڑا سائنسدان اللہ کے تخلیق کردہ ایک پتے کی مثل نہیں بنا سکتا دونوں میں اصلی نقلی کی پہچان ہو جاتی ہے۔ اسی طرح قرآن کی آیات اور انسانوں کی طرف سے روایات کا اللہ کی جانب سے وحی نہ ہونے کی وجہ سے فرق آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے، لیکن ان لوگوں کو جو ہٹ دھرمی چھوڑ کر بصیرت سے کام لیں۔ انسانوں کے وضع کردہ

آئین وقوانین اس جیسے ہو نہیں سکتے۔ اس لئے اللہ نے کسی انسان کو قانون سازی کا حق نہیں دیا۔ اللہ کے علم میں ہے کہ کوئی انسان اس قابل ہو نہیں سکتا یہی وجہ ہے کہ اللہ نے قرآن کے مخالفین کو چیلنج کیا کہ پورا نہیں تو اس کی مثل ایک ہی شق بنا کر لے آؤ اور ساتھ کہہ بھی دیا کہ تم ایسا کر نہیں سکتے۔ اس کے باوجود قرآن کے خلاف صدیوں سے مسلمان بکاؤ ہستیوں کی وساطت سے' آمدِ مہدی ونزولِ مسیح کے من گھڑت عقیدہ' مسلمانوں کی تاریخ' روایات' تفسیروں اور حاشیہ آرائیوں کے ذریعے سے سازشیں کی جا رہی ہیں۔

معزز قارئین! نماز کے اجتماعات سے مقصد تھا اور ہونا چاہیئے نظامِ الصلوٰۃ (دین) کے قیام واستحکام کے لئے جدوجہد کرنا۔ اور اس کی بقا کے لئے استقامت سے کام لینا۔ اس مقصد کے لئے عبوری دور (ٹرانزٹ پیریڈ۔ مسلمانوں کی موجودہ پوزیشن) میں لوگوں کے سامنے نماز کے ہر اجتماع میں دن میں پانچوں بار خدا کے قوانین میں سے کوئی ایک قانون پیش کرنا اور بوقت نمازِ جمعہ اللہ کے وہ قوانین واحکام جن کا تعلق اجتماعی نظامِ زندگی سے ہے عوام کے سامنے لانا اور جب وہ نظام قائم ہو جائے تو پھر اس مقصد میں اسلامی حکومت کے ارکان وعمالِ حکومت کی طرف سے معاشرہ میں نظم ونسق اور معاملات کے لئے باہمی مشاورت کے لئے میٹنگ کا اضافہ کرنا۔ نماز کیا ہے؟ اللہ کی اطاعت ومحکومیت اختیار کرنے کے اقرار کا محسوس مظاہرہ۔ یعنی اللہ کے احکام وقوانین کی محکومیت اور اطاعت کے عہد و اقرار کی ظاہری شکل۔ (ایاک نعبد)۔ رکوع سے مطلب ہے قوانینِ خداوندی کے آگے جھکنا اور سجدہ سے مراد ہے قوانینِ خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا۔ (سبحان اللہ کے معنی ہیں' اللہ ان تصورات سے بہت دور ہے جو انسان اپنے ذہن سے اس کے متعلق قائم کرتا ہے۔ نیز اس لفظ کو تعجب اور حیرت کے لئے بھی بولتے ہیں۔ سبحان کے معنی سرگرم عمل رہنے کے بھی ہیں (۳۰/۱۷)۔ (۶۸/۲۹)۔ اللہ نے قرآن العظیم کی ابتدا اپنی صفت رب یعنی نظامِ ربوبیت سے کی ہے۔ اسلام کے دورِ اول میں سبحان ربی العظیم کا مفہوم لیا جاتا تھا' اے میرے نشوونما دینے والے میں تیرے شرف و بلندیاں عطا کرنے والے نظامِ ربوبیت کے لئے سرگرمِ عمل ہوں اور سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد سے مفہوم تھا اللہ' جس کے نظام کی حمد وستائش کرتے ہو وہ سن رہا ہے کہ تم یہ سب واقعی بطیبِ خاطر' تہ دل سے کہہ اور کر رہے ہو یا محض میکانکی طور پر اپنے آپ کو ''دیندار'' ظاہر کرنے کے لئے دکھاوے کی نماز پڑھ رہے ہو؟ اے ہمارے نشوونما دینے والے تیرا ہی نظامِ ربوبیت مستحق حمد وستائش ہے۔ سبحان ربی الاعلیٰ سے مفہوم تھا اے میرے نشوونما دینے والے میں تیرے بلند و بالا نظامِ ربوبیت کے لئے سرگرم عمل

ہوں۔ لفظ سبح کے معنی بھی سرگرم عمل رہنا ہے۔ قرآن کی آیت کریمہ فسبح باسم ربک العظیم کامفہوم ہے کہ تم اپنے نشوونما دینے والے کے ربوبیت عامہ کے پروگرام کومستحقِ حمد وستائش بنانے کے لئے سرگرمِ عمل رہو۔ یعنی اسے اس انداز سے متشکل کروکہ ساری دنیاپکاراٹھے کہ فی الواقعہ قابل صد ہزارحمد وستائش ہے وہ ذات جس کا نظام ایسے خوشگوار اور انسانیت ساز نتائج پیدا کرتا ہے۔ (ربوبیت سے مراد روٹی کے ٹکڑے یا دال چاول ہی نہیں اس کا مطلب ہے ہرقسم کا سامانِ نشوونما' رزق جس میں علم' سائنس وٹیکنالوجی اوراس سے تخلیق کردہ سب اشیاء شامل ہیں۔)

جب دین کو مذہب سے بدلا گیا تو سورہ الواقعہ کی مندرجہ بالا آیت کا ترجمہ ''تسبیح کرو اپنے رب کے نام کی'' کرواکر مسلمانوں کے ہاتھوں میں رنگین دانوں کی تسبیحاں تھمادیں اور یہود ونصاریٰ خود اشیائے کائنات کی تسخیر میں جٹ گئے۔ نماز کو اللہ کی اطاعت کے ذریعے کی بجائے' بت پرستوں کی طرح خدا کی پرستش (Worship) میں بدلنے کی خاطر رکوع کی تسبیح کا ترجمہ ''پاک ہے میرا پروردگار عظمت والا'' اور تسمیع کا ترجمہ ''خدا نے اس کی سن لی جس نے اس کی تعریف کی'' کردیا۔ قرآن کے انگلش تراجم میں لفظ سبحان کا ترجمہ (Glory) کیا گیا۔ تصوف کو ان تراجم سے تقویت ملی تو ورد و ظائف' ذکر وفکر صبح گاہی کے لئے مسلکِ خانقاہیت چل نکلا تو پھر قوم کے پستی کی طرف گرنے کی رفتار میں تیزی آ گئی۔

نماز عربی زبان کا لفظ نہیں یہ فارسی کا لفظ ہے اور صلوٰۃ کے لئے بولا جاتا ہے لیکن یہ اس کا ثانوی مفہوم ہے۔ اس کا بنیادی مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں ''قوانین خداوندی'' کی التزاماً اطاعت کی جائے۔ اس اعتبار سے اسلامی نظامِ مملکت کا اساسی فریضہ اقامتِ صلوٰۃ ہے۔ یعنی ایسا نظام جس میں ہر معاملہ میں انفرادی اور اجتماعی طور پر قوانین خداوندی کی اطاعت ہوتی چلی جائے اور مقصود اس اطاعت سے یہ ہو کہ تمام نوع انسان کو سامان و اسبابِ نشوونما فراہم کئے جائیں۔ (لیکن فرقہ پرستی میں بٹی ہوئی قوم میں ایک فرقہ دوسرے فرقے کو برداشت ہی نہیں کرتا اس لئے فرقہ بندی میں جکڑے ہوئے لوگوں کے ہاتھوں اللہ کا عالمینی نظامِ ربوبیت قائم نہیں ہوسکتا)۔

جس طرح ہمارے ہاں مسجد میں مذہبی نماز' جس کی شکل یعنی پڑھنے کا طریقہ تو اسلامی ہے لیکن اس میں دین کی روح باقی نہیں رہنے دی گئی' امام کے پیچھے پڑھی جاتی ہے اسی طرح اجتماعی طور پر اللہ کی محکومیت واطاعت کا واحد ذریعہ قرآنی نظام کی مرکزی اتھارٹی یعنی اللہ کے اقتدار کو بروئے کار لانے والے حاکم اعلیٰ محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور آپؐ کے بعد خلفائے راشدینؓ (خلیفۃ الرسولؐ)۔ اسی طرح ان کے اتباع میں مسلم ممالک کے اندر خلافت علیٰ

منہاج رسالت رائج ہونی چاہئے۔ دین اسلام کے دورِ اول میں نماز مسجد تک محدود نہیں تھی مشاورت اور مجاہدین کو ہدایات دینے کے لئے دوران جنگ بھی نماز کا مختصر اجتماع کیا جاتا تھا جس کے لئے امامت کے فرائض اور فوج کی کمانڈ دونوں مناصب پر مملکت کے سربراہ رسول اللہ ﷺ خود فائز تھے۔ جب نظامِ خداوندی پر ایمان لانے والے مومنین کے لئے بطور نمونہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ آیت نازل ہوئی تو اس وقت آپ ﷺ میدانِ جنگ میں دین کے غلبہ کی خاطر مصروفِ جہاد تھے' مسجد میں بیٹھے ملاؤں کی طرح اقامتِ دین کی راہ میں روک بن کر نمازیوں کے سامنے قوانینِ خداوندی پیش کرنے کے بجائے فرقہ بندی کی گرہوں کو مضبوط کرنے اور انہیں اشتعال دلا کر فساد کروانے والی وعظ نہیں کر رہے تھے۔

ہماری مساجد اور ان میں پڑھی جانے والی نمازیں فرقہ بندی کی پہچان ہیں ایسے ہی دنیا کے تمام دیگر مذاہب میں فرقے پائے جاتے ہیں لیکن دین میں فرقے نہیں ہوتے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز جنت کی چابی ہے۔ ٹھیک ہے مومنین کی نماز تو جنت کی چابی ہوسکتی ہے لیکن اس کے برعکس ہماری مذہبی نماز تو فرقہ پرستی کے شرک سے لتھڑی ہوئی چابی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ شرک سے جنت حرام ہو جاتی ہے۔ غور کیجئے! کہ کیا ہم ''نام کے مسلمانوں میں سے کسی ایک کی چابی جنت کا تالا کھولنے کے قابل ہے؟''۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی

رجم کی سزا خلاف قرآن ہے

جیسا کہ قارئین کرام کو معلوم ہے کہ مشہور ٹی۔وی چینل ''جیو'' پر حدود آرڈیننس کے سلسلہ میں ''ذرا سوچئے'' کے عنوان سے ایک مذاکرہ مورخہ ۱۱ جون کو منعقد ہوا تھا جس میں معروف علماء کرام نے حصہ لیا۔ اس مذاکرہ کے دوران یہ بھی بتایا گیا کہ اس قسم کی Debate آئندہ بھی ہوا کریں گی۔ مختلف فیہ امور پر کھلی بات کرنا اور صائب مشورے دینا بہت اچھی بات ہے۔ اس بات سے خوشی ہوئی کہ اس چینل نے ایک اچھی روایت کی ابتداء کر دی ہے۔ اسی مباحثہ کے دوران جو ترمیمات وتجاویز پیش کی گئیں ان سے بھی خوشی ہوئی لیکن اس بات کا سخت افسوس ہے کہ واقعاً جو Core-Issue ہیں وہ اسی طرح برقرار رہنے دیئے گئے۔ جس سے اس مباحثہ کی افادیت بالکل ختم ہوگئی۔ جرم زنا کے سلسلہ میں چار گواہوں کی شہادت پر اس مباحثہ میں اتفاق کر لیا گیا لیکن میرے نزدیک یہ بات بالکل قرآن کے خلاف ہے۔ یہ موضوع ایک پورے مضمون کا متقاضی ہے جس کے بارے میں راقم سطور کے دو مضامین' ایک ماہنامہ صوت الحق بابت ماہ جولائی ۲۰۰۵ء اور دوسرا رسالہ طلوع اسلام بابت اگست ۲۰۰۵ء میں طبع ہو چکا ہے۔ جو حضرات اس موضوع سے دلچسپی رکھتے ہوں وہ ان مضامین کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ ان مضامین کا ملخص وہی تھا کہ سورۃ نساء کی آیات ۱۵' ۱۶ جن پر سے ہمارے علماء کرام چار گواہوں کی شرط مستنبط کرتے ہیں وہ جرم زنا سے متعلق ہیں ہی نہیں کیونکہ (۱) کسی بھی جرم کی ایک ہی سزا ہو سکتی ہے۔ ایک جرم کی دو مختلف سزائیں نہیں ہوسکتیں۔ قرآن کریم نے سورۃ نور میں جرم زنا کی سزا سو کوڑے مقرر فرما دی ہے۔ لیکن یہاں فاحشہ کی سزا ''پابند مسکن'' کرنا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ زنا کا جرم نہیں ہے کیونکہ ایک جرم کی دو مختلف سزائیں یعنی کہیں کوڑے مارنا اور کہیں ''پابند مسکن'' نہیں ہو سکتیں۔ (۲) زنا کے ارتکاب کے لئے مرد اور عورت دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن اس آیت میں صرف عورتوں کا ذکر ہے۔ مردوں کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ یہ کیسی زنا ہے جس میں مرد موجود ہی نہیں۔ بغیر مرد کے ارتکاب زنا کی وضاحت ہمارے علماء کرام ہی فرما سکتے ہیں۔ ان دو وجوہات کو تحریر کرنے کے بعد آیات کا صحیح مفہوم تحریر کیا گیا

تھا کہ یہ دونوں متصلہ آیات لواطت وسحاقت سے متعلق ہیں ان کا جرم زنا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ویسے بھی عقلاً ہر شخص یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ اس قدر شنیع فعل کے لئے چار عینی گواہ کس طرح دستیاب ہو سکتے ہیں۔ ہر شخص کو اس بات کا علم ہے کہ میاں بیوی یہ کام سرانجام دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہر جوڑا اس کام کو تنہائی میں کرتا ہے۔ لوگوں کے سامنے نہیں کرسکتا۔ جب یہ جائز کام لوگوں کے سامنے نہیں کیا جا سکتا تو وہ کون ہو گا کہ اس طرح کا ناجائز کام علی الاعلان کرتا پھرے گا۔ پھر یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ چار متقی پرہیزگار آدمی جو اس فعل کے بعد اس کے گواہ بنیں گے' وہ اس جوڑے کو اپنی آنکھوں کے سامنے یہ کام کرنے کی اجازت ہی کیوں دیں گے' ہر متقی' تزکیۃ الشہود کا حامل مسلمان ان دونوں کو اس کام سے منع کرے گا نہ کہ ان کو اپنے سامنے یہ فعل کرنے کی اجازت دے کر' اس کے گواہ بننے پر آمادہ ہو گا۔

بہر حال اس مضمون کا تعلق مباحثہ کے دوسرے ایشو' رجم سے ہے' جس پر اس مباحثہ میں اتفاق کیا گیا ہے۔ حالانکہ رجم بالکل قرآنِ کریم کے خلاف ہے۔ اس مضمون میں صرف رجم کے متعلق ہی گذارشات پیش کی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کی روسے' انسانوں کی آزادی و پابندی کے لئے جو قوانین مقرر فرمائے ہیں' انہیں حدود اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ قوانین ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے یہ حدود خدا کی اس وحی نے مقرر کی ہیں جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوتی تھی۔ الاعراب اشد کفرا و نفاقا و اجدر الا یعلموا حدود ما انزل اللہ علی رسولہ (۷/۹۷)' گنوار بہت سخت ہیں کفر میں اور نفاق میں اور اسی لائق ہیں کہ نہ سیکھیں وہ حدود (قاعدے) جو نازل کئے اللہ نے اپنے رسول پر۔ ان حدود سے تجاوز کرنے والے ظالم ہیں۔ ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظلمون (۲/۲۲۹' ۲/۱۷' ۴/۶۵/۱)۔ اور جو کوئی تجاوز کرے اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے سو وہی ظالم ہیں' نیز ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ تلک حدود اللہ فلا تقربوھا (۲/۱۸۷)۔ یہ اللہ کی حدود میں جن کے قریب نہ جاؤ۔ حدود اللہ کی اطاعت اور اس کی نافرمانی کرنے سے اجتناب پر قرآن کریم نے اس درجہ زور دیا ہے لیکن حیرت ہوتی ہے کہ قرآن کریم میں سورہ نور میں زنا کے متعلق جو حد نازل فرمائی گئی ہے۔ ہمارے علماء کرام اس حد کو بالکل فراموش کر کے زنا کی سزا اپنی طرف سے مقرر کر دیتے ہیں اور اس طرح افتراء علی اللہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً لیضل الناس بغیر علم (۶/۱۴۴)۔ پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر بہتان باندھے جھوٹا تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے بلا تحقیق۔ نیز فرمایا کہ فویل للذین

یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللہ (۲/۷۹)۔ پس خرابی ہے ان کو جو لکھتے ہیں کتاب کو اپنے ہاتھ سے پھر کہہ دیتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے۔ جو حضرات بھی قرآن کریم کی مقرر کردہ حد **مائۃ جلدۃٍ** (سوکوڑے‘ سے تجاوز کر کے‘ زنا کی سزا رجم مقرر کرتے ہیں وہ مندرجہ بالا آیات کی رو سے ظالم ہیں‘ اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے سزا لکھ کر‘ اس کو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اللہ کی حدود کو توڑتے ہیں۔ اس تمہید کے بعد اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ اس موضوع میں پہلے قرآن کریم کا حکم پیش خدمت کیا جائے گا اور اس کے بعد ہمارے علماء کرام کا موقف عرض کیا جائے گا۔

سورہ نور میں ارشاد ہوتا ہے۔ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین (۲۴/۲)۔ بدکاری کرنے والی عورت اور مرد سو مارو ہر ایک کو دونوں میں سے سو سو درے اور نہ آوے تم کو ان پر ترس اللہ کے حکم چلانے میں (ترجمہ حضرت شیخ الہند)۔ فتح الرحمٰن میں اس کا ترجمہ درج ہے۔ زن زنا کنندہ و مرد زنا کنندہ بزنید ہر یکے را از ایشان صد درہ و باید کہ درنگیرد شمار اشفقت بر ایشان در جاری کردن شرع خدا۔ اس آیہ کریمہ کا سلیس اور سریع الفہم ترجمہ اس طرح ہے کہ زانی عورت اور زانی مرد دونوں کو سو سو کوڑوں کی سزا دو۔ (یہ قانون کا معاملہ ہے اس لئے) اس میں کسی قسم کی نرمی نہ برتو۔ آیہ کریمہ اور اس کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے۔ آیت اس درجہ واضح ہے کہ اس کو سمجھنے کے لئے نہ کسی شان نزول کی ضرورت ہے نہ کسی حدیث و روایت کی۔ اور نہ تصریف آیات کی۔ یہ خود منہ بولتی آیت ہے اور کسی قسم کا ابہام یا اغلاق اس میں نہیں ہے۔ لیکن ہمارے علماء کرام اس میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی تفریق کر کے‘ شادی شدہ جوڑے کے لئے سنگساری تجویز فرماتے ہیں جبکہ قرآن کریم میں اس تفریق اور اس سزا کا ذکر دور دور تک نہیں ہے۔ علمائے کرام کا موقف بعد میں بیان کیا جائے گا۔ یہاں قرآن کریم کا حکم سو کوڑوں کی سزا کی تائید میں دلائل دیئے جاتے ہیں۔

(۱) **الزانیہ والزانی** (ہر زنا کار عورت اور ہر زنا کار مرد) بالکل واضح الفاظ میں ان دونوں جگہ الف لام استغراق کا ہو یا جنس کا ہر اس شخص کو اپنے تحت لے آتا ہے۔ جس سے زنا کا ارتکاب ہوا ہے۔ اس میں جوان‘ بوڑھا‘ شادی شدہ‘ غیر شادی شدہ۔ سب آ جاتے ہیں اس میں کسی قسم کی کوئی تفریق شادی شدہ و غیر شادی شدہ کی نہیں ہے۔

(۲) آیۂ کریمہ میں **کل واحد منھما**۔ ”ہر ایک کو دونوں میں سے“ نے بات کو مزید واضح فرما دیا ہے کہ جو

مرد و عورت بھی زنا کرے ان میں سے ہر مرد و ہر عورت کو سو سو کوڑے مارو۔ اس میں پھر شادی شدہ و غیر شادی شدہ کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ ان تین الفاظ نے آیت کو بالکل روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے کہ ہر جوڑے کے ہر فرد کو سو سو کوڑے مارو' کسی جگہ کوئی تفریق و تخصیص شادی شدہ و غیر شادی شدہ کی نہیں ہے۔

(۳) قرآن کریم نے سزاؤں کے سلسلہ میں ہمیشہ مجرم کے حالات کو پیش نظر رکھا ہے اس لئے اس نے لونڈیوں کی سزا شریف عورتوں کے مقابلے میں نصف رکھی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ فاذا احصن فان اتین بفاحشة فعليهن نصف ماعلى المحصنٰت من العذاب (۴/۲۵)۔ جب یہ لونڈیاں تمہارے نکاح میں آ جائیں اور اس کے بعد بے حیائی (زنا) کی مرتکب ہوں تو ان کی سزا آزاد عورتوں سے نصف ہے۔ اس آیہ کریمہ میں حکم دیا جا رہا ہے کہ محصنہ (آزاد شادی شدہ عورت) کو جتنی سزا دی جائے گی کنیزوں و لونڈیوں کو اس سے آدھی سزا دی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ اس میں آزاد عورتوں کی سزا ایسی ہونی چاہئے کہ اس کا نصف ہو سکے تا کہ وہ نصف سزا کنیزوں کو دی جا سکے۔ کوڑوں کی سزا کی صورت میں کنیزوں کو پچاس (۵۰) کوڑے لگائے جائیں گے۔ لیکن اگر رجم کی سزا کو درست تسلیم کر لیا جائے تو رجم کی سزا کو آدھا کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس آیت کے مطابق محصنٰت کی سزا ایسی ہونی چاہئے کہ جس کو آدھا کیا جا سکے۔

(۴) ينساء النبى من يات منكن بفاحشة مبينة يضعف لها العذاب ضعفين (۳۳/۳۰)۔ اے نبی کی بیویو تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہو گی تو اسے دوگنی سزا دی جائے گی۔ یہاں ازواجِ مطہرات شادی شدہ ہیں اور ان کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ اگر وہ کبھی بے حیائی کی مرتکب ہوں گی تو انہیں دوگنی سزا دی جائے گی۔ کیونکہ ازواج مطہرات شادی شدہ تھیں لہٰذا اس آیت میں شادی شدہ عورتوں کو Pin-Point کر دیا گیا۔ اس آیت کی رو سے شادی شدہ عورتوں کے لئے زنا کی سزا ایسی ہونی چاہئے جسے دوگنا کیا جا سکے۔ رجم کی سزا کو دوگنا نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا کوڑوں کی ہی سزا مقرر ہو سکتی ہے۔ جسے دوگنا کرنا ممکن ہے۔

(۵) سورہ نور کی یہ آیت کریمہ جس میں زنا کی حد کا بیان ہوا ہے اس کے فوری بعد ارشاد ہوتا ہے۔ الزانى لا ينكح الا زانية اوشركة والزانية لا ينكحها الا زان ادمشرك و حرم ذلك على المومنين (۲۴/۳)۔ اور زنا کار مرد نہ نکاح کرے مگر زنا کار یا مشرک عورت سے اور زنا کار عورت سے سوائے زنا کار یا مشرک مرد کے اور کوئی نکاح نہ کرے مسلمانوں پر یہ حرام کر دیا گیا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں بھی **الزانیته** اور **الزانی**

پر الف لام برائے استغراق وتعمیم کے آیا ہے۔ اس میں شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ پر زانی مرد وعورت اس میں شامل ہیں۔ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ زنا کار' زنا کار یا مشرک سے ہی نکاح کرے اس کے معنے یہ ہیں کہ زنا کار مرد اور عورت' زنا کے بعد اسکی بھی اہلیت رکھتے ہیں کہ وہ کسی سے نکاح کر سکیں۔ اس سے بخوبی واضح ہے کہ زنا کی سزا سو کوڑے ہے' رجم کرنا نہیں ہے کیونکہ رجم کر دینے کے بعد تو اس بات کا امکان ہی نہیں رہتا کہ کوئی زنا کار مرد یا عورت کسی سے نکاح کر سکے۔

(۶) اس موضوع پر جو آیۂ کریمہ حُجت قاطعہ کا درجہ رکھتی ہے اس میں ارشاد ہوتا ہے۔ من قتل نفساً بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً (۵/۳۲)۔ تفسیر ''تدبرِ قرآن'' میں اس کا ترجمہ تحریر ہے۔ ''جس کسی نے قتل کیا بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا ملک میں فساد برپا کیا ہو تو گویا اس نے سب کو قتل کر دیا''۔ حضرتِ اقدس جناب شیخ الہند نے ترجمہ فرمایا ہے ''جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلاعوض ایک جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں' تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب لوگوں کو''۔ تمام تراجم اسی طرح ہیں اور واضح ہیں۔ کوئی ابہام ان میں نہیں ہے۔ میں اس کا ترجمہ مزید سلیس اور سریع الفہم عرض کرتا ہوں۔ ''جو کسی ایسے شخص کو قتل کرے گا جس نے نہ تو کسی کو قتل کیا ہو اور نہ ہی زمین میں کوئی فساد پھیلایا ہو تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کر ڈالا''۔ یہ آیۂ کریمہ بطور ایک واضح اصول وحکم کے نہایت روشن ودرخشندہ ہے۔ اس آیۂ کریمہ میں کسی ایک فرد کے قتل کرنے کو ساری انسانیت کے قتل کے مرادف بیان کیا گیا ہے اور قتل انسانی کی حد درجہ مذمت کر دی ہے۔ اس سے زیادہ پرزور اور پراثر انداز شاید ہی کوئی دوسرا ہو سکے۔ لیکن کسی کو بھی قتل نہ کرنے کے سلسلہ میں یہاں صرف دو استثناء (Exceptions) دی گئی ہیں۔ ایک تو قاتل کو قتل کے بدلے میں قتل کرنے کی اجازت ہے (۶/۱۵۳)۔ اور دوسرے باغی کو قتل کرنے کی اجازت ہے (۵/۵۳)۔ اس آیت کی یہ دونوں رخصتیں آیات (۶/۱۵۳' ۵/۳۳) میں ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ اور کسی حال میں بھی' کسی جرم کے بدلے' کسی فرد کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اس آیت نے ایک ایسا حصر قائم کر دیا ہے جس کو کسی حال میں توڑا نہیں جا سکتا۔ اس آیۂ کریمہ کے پیش نظر ان دو افراد (قاتل و باغی) کے علاوہ کسی اور کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ فلہٰذا زانی کا قتل کرنا قرآن کریم کے خلاف ہے اور کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔

یہاں تک قرآن کریم کا حکم واضح کر دیا گیا ہے اور اس کے لئے ترتیب وار چھ (۶) دلائل پیش خدمت عالی ہوئے ہیں۔ جو اس درجہ مستحکم ہیں کہ ان سے گریز کی کوئی راہ نہیں نکل سکتی۔ جہاں تک رجم کا تعلق ہے تو نفسِ مضمون

یہاں ختم ہو جاتا ہے اور مزید دلائل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ البتہ ہر شخص کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن کریم میں حد زنا اس درجہ واضح ہے تو پھر رجم کی سزا ''شریعت حقہ'' اور ''شرع شریف'' میں کہاں سے گھس گئی ہے۔ حضرت العلام حافظ محمد اسلم مرحوم جیراجپوری کی طرف یہ قول منسوب ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ مسلمانوں کے مختلف فرقے تیرہ سو سال سے سر پھٹول میں مصروف ہیں اور ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو باطل ٹھہراتا ہے لیکن اگر کبھی بھی کسی مسئلہ میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں نے اتفاق کیا ہے تو وہ ہمیشہ قرآن کے خلاف ہی کیا ہے۔ قرآن کی مخالفت میں مسلمانوں کے سب فرقے اتفاق کر لیتے ہیں۔ یہی حال رجم کا ہے صدر اول کے مسلمان فرقے، معتزلہ، خوارج، چند زیدیہ وغیرہ جو اب سب منقرض ہو چکے ہیں، ان کو چھوڑ کر، موجودہ تمام فرقوں کا رجم پر اجماع و اتفاق ہے۔ اس سوال کا جواب کہ رجم کی سزا شریعت میں کہاں سے آ گئی اس کے لئے علماء کرام کا موقف بیان کرنا ضروری ہے۔

رجم کی سزا کا کلی مدار صرف روایات شریف پر ہے اور اس کا قرآن سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں ہے۔ چنانچہ وہ روایات جن سے رجم کا حکم ثابت ہوتا ہے وہ پیش خدمت کی جاتی ہیں۔

(۱) عن عائشته قالت لقد نزلت آیة الرجم و آیه رضاعة الکبیر عشراً و لقد کانتا فی صحیفة تحت سریری فلما مات رسول اللہ و تشا غلنا بموته دخل راحن فاکلها۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آیتِ رجم آیت رضاعة الکبیر عشراً نازل ہوئی تھیں۔ وہ میرے تخت کے نیچے ایک صحیفہ میں تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور ہم ان کی موت کی وجہ سے مصروف ہو گئے تو بکری داخل ہوئی اور انہیں کھا گئی۔

(۲) رجم کے سلسلہ میں جو زیادہ مشہور روایت ہے وہ حضرت عبادہ بن صامت سے ان الفاظ میں مروی ہے اور یہ روایت صحیح مسلم، جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد میں بیان ہوئی ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیه وسلم خذوا عنی قد جعل اللہ لهن ...... الخ

حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے یہ حکم لے لو کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کار عورتوں کے لئے ایک راہ نکال دی ہے۔ کنوارا اگر کنواری کے ساتھ زنا کرے تو (۱) سو کوڑے مارو (۲) اور ایک سال کے لئے شہر بدر کر دو اور شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو (۱) سو کوڑے مارو اور (۲) رجم کرو۔ اس روایت میں شادی شدہ زانی اور غیر شادی شدہ زانی دونوں کے لئے دو دو سزائیں بیان کی گئی ہیں۔ یہ دونوں سزائیں کس طرح دی جائیں۔ بیک وقت دی

جائیں یا الگ الگ، اس بارے میں علماء کرام کا یہ نظریہ ہے کہ **جلد** اور **رجم** دونوں بیک وقت نہیں ہو سکتے کیونکہ حدیث میں کوڑے مارنے کی جو سزا مقرر ہوئی ہے وہ حضور ﷺ اور صحابہؓ کے عمل سے منسوخ ہو گئی ہے۔ شادی شدہ جوڑے کے لئے صرف رجم کی سزا مقرر ہے۔

(۳) ترمذی شریف میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ:

> حضورؐ نے رجم کیا اور ابوبکرؓ نے رجم کیا اور خود میں نے رجم کیا۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں کتاب اللہ میں کسی اضافہ کو پسند نہیں کرتا تو میں اسے مصحف میں لکھ دیتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہو رہا ہے کہ کچھ لوگ بعد میں آئیں گے تو وہ اس حکم کو کتاب اللہ میں نہ پائیں گے اور اس طرح کفر کے مرتکب ہوں گے۔ (جمع الفوائد، جلد دوم، صفحہ ۲۸۵)۔

اس حدیث کو خود ہمارے علماء کرام ہی درست قرار نہیں دیتے کیونکہ اس حدیث میں رجم کے انکار کو کفر قرار دیا گیا ہے جبکہ ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ رجم کا انکار کفر نہیں ہے۔ بلکہ رجم کے منکر کو گمراہ کیا گیا ہے۔

(۴) عن ابن عباس قال قال عمر قد خشیت ان یطول بالناس زمان حتی یقول قائل لا نجد الرجم فی کتاب...... الخ

ابن عباس راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ جب لوگوں پر کچھ زمانہ گذر جائے گا تو وہ وقت آ جائے گا کہ کہنے والے کہنے لگیں گے کہ رجم کا ذکر اللہ کی کتاب میں تو ہم کہیں نہیں پاتے اور اس طرح وہ خدا کے ایک فریضہ کو جو اس نے نازل فرمایا تھا ترک کر کے گمراہ ہو جائیں گے۔ حالانکہ ہم نے خود یہ آیت تلاوت کی ہے۔ الشیخ و الشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة۔

میری حیثیت بہت پست ہے میں اپنے کو اس مقام پر نہیں سمجھتا کہ اس حدیث پر کوئی تبصرہ کروں۔ میرا مرتبہ چھوٹا منہ اور بڑی بات کے مرادف ہوگا۔ اس لئے اس حدیث پر جو مفصل تبصرہ، تفسیر ''تدبر قرآن'' میں تحریر کیا گیا ہے اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ تبصرہ قدرے طویل ہے لیکن اس حدیث کے بارے میں بہت اہم اور سدید ہے۔ تحریر ہے:

> ''اس روایت پر غور کیجئے تو ہر پہلو سے یہ کسی منافق کی گھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور مقصود اس کے گھڑنے سے قرآن کی محفوظیت کو مشتبہ ٹھہرانا اور سادہ لوحوں کے دلوں میں یہ وسوسہ پیدا کرنا ہے کہ قرآن کی بعض آیات قرآن سے نکال دی گئی ہیں۔
>
> سب سے پہلے اس کی زبان پر غور کیجئے۔ کیا کوئی سلیم المذاق آدمی اس کو قرآن کی ایک آیت

قرار دے سکتا ہے۔ اسکو تو قول رسول قرار دینا بھی کسی خوش ذوق آدمی کے لئے ناممکن ہے چہ جائیکہ قرآن حکیم کی آیت۔ آخر قرآن کے مخمل میں اس ٹاٹ کا پیوند آپ کہاں لگائیں گے۔ قرآن کی لاہوتی زبان اور افصح العرب والعجم کے کلام کے ساتھ اس عبارت کا کیا جوڑ ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ قرآن کی ایک آیت تھی تو اس کو نکال کس نے دیا جب کہ اس کا حکم یعنی سزائے رجم باقی ہے۔ آیت کو نکال دینے اور حکم کو باقی رکھنے کا آخر کیا تُک ہے۔ اگر یہ قرآن کی ایک آیت تھی اور نکال دی گئی تو یہ اس بات کا ثبوت ہوا کہ رجم کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ پھر اس سے رجم کے حق میں استدلال کے کیا معنی؟

تیسری بات یہ ہے کہ اس کو اگر صحیح باور بھی کر لیجئے جب بھی اس سے ہمارے فقہاء کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ ان کو ثبوت چاہئے شادی شدہ زانی کے رجم کا اور اس میں حکم بیان ہوا ہے بوڑھی زانیہ اور بوڑھے زانی کا۔ ہر شادی شدہ کا بوڑھا ہونا تو ضروری نہیں ہے۔ پھر دعویٰ اور دلیل میں مطابقت کہاں رہی۔

بہرحال یہ روایت بالکل بیہودہ روایت ہے اور ستم یہ ہے کہ اس کو منسوب حضرت عمرؓ کی طرف کیا گیا ہے۔ حالانکہ ان کا عہد مبارک میں اگر کوئی یہ روایت کرنے کی جرات کرتا تو مجھے یقین ہے کہ وہ ان کے درے سے نہ بچ سکتا۔ ہمارے فقہاء میں یہ بڑی کمزوری ہے کہ جب وہ اپنے حریف سے مناظرہ پر آتے ہیں تو جو اینٹ پتھر ان کے ہاتھ آجائے وہ اس کے سر پر دے مارتے ہیں۔ پھر یہ نہیں دیکھتے کہ اس کی زد خود دین پر کہاں تک پڑتی ہے۔

رجم کے ثبوت میں جو روایتیں پیش کی جاتی ہیں وہ یہی ہیں اور ان کا جو حال ہے وہ اوپر بیان ہو چکا''۔ (تدبر قرآن کا اقتباس یہاں ختم ہوتا ہے)۔

یہ تبصرہ بہت جامع ہے اور ایک مستند عالم دین اور مفسر قرآن کا تحریر کردہ ہے۔ یہ تبصرہ صرف اس حدیث تک محدود نہیں ہے بلکہ اصل تبصرہ فقہاء کرام کی ذہنیت پر اور روایات کے حد درجہ ظنی اور مشکوک ہونے پر ہے۔

آپ کے سامنے مسئلہ رجم کے بارے میں قرآن و حدیث کے موقف پیش کر دیئے گئے۔ جس سے آپ کو بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا کہ ''شریعت حقہ'' میں رجم کی سزا کیسے داخل ہوگئی۔ اس کے بعد آپ خود اس مسئلہ کے بارے میں فیصلہ کر سکتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وزیر محمد جعفر، کامونکی

حدود آرڈیننس۔قرآن کے آئینے میں

جنرل محمد ضیاء الحق کے دورِ حکومت کے دوران ۱۹۷۹ء میں حدود آرڈیننس تشکیل دیا گیا جس کے تحت مختلف قوانین لاگو کئے گئے ان قوانین میں زنا، چوری اور منشیات کے مجرموں کے بارے سزائیں مقرر کی گئیں۔۱۹۹۴ء میں جسٹس ناصر اسلم زاہد کی سربراہی میں ایک تحقیقاتی کمیشن تشکیل دیا گیا اور اس نے حدود آرڈیننس کی منسوخی کی سفارش کی تھی لیکن ابھی تک اس سفارش پر عمل درآمد نہیں ہو سکا۔ حدود آرڈیننس میں شادی شدہ مرد یا شادی شدہ عورت اگر زنا کی مرتکب ہوتی ہے تو اس کی سزا سنگسار ہے۔یعنی پتھر مار مار کر جان سے مار دیا جائے۔ یہ ایک ایسی شق ہے جس پر سب سے زیادہ اعتراض کیا جاتا ہے۔اس کالم میں زنا کی سزا سے متعلق روشنی ڈالی جائے گی۔

قرآن کریم فرقانِ حمید میں زنا کی سزا کے سلسلہ میں ارشاد ہے کہ:

''زانیہ اور زانی میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو''۔

(سورہ نور، آیت نمبر۲)۔

یہاں کسی قسم کی تخصیص نہیں کی گئی ہے بلکہ ہر زنا کے مرتکب کی یہ سزا بیان کی گئی ہے چاہے وہ شادی شدہ ہو یا کنوارہ مگر روایت پرست کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا حکم صرف کنواروں کے لئے ہے۔شادی شدہ کی سزا سنگسار کرنا ہے مگر قران کریم کسی کی باطل تاویلات کے لئے گنجائش کہاں چھوڑتا ہے۔ سورہ نساء میں فرمایا!

''پھر جب لونڈیاں نکاح میں لائی جائیں تو اگر وہ زنا کا ارتکاب کریں تو اس کے لئے آزاد عورتوں کی سزا سے آدھی سزا ہے''۔ (سورہ نساء، آیت نمبر ۲۵)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ لونڈیاں اگر شادی شدہ ہوں اور زنا کی مرتکب ہوں تو انہیں آزاد شادی شدہ عورتوں سے آدھی سزا دی جائے سو کوڑوں کا نصف/آدھا تو پچاس کوڑے ہوئے مگر رجم کا نصف کیا ہوگا؟ کیا روایت پرست علماء تشریح کر سکتے ہیں؟ رجم (سنگسار) کے بارے میں یہ حدیث بیان کی جاتی ہے کہ ''الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھا'' اس کے معنی کئے جاتے ہیں شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت اگر زنا کے مرتکب ہوں تو دونوں کو سنگسار کیا جائے۔عربی کا ایک ادنیٰ

طالب علم بھی جانتا ہے کہ شیخ کے معنی شادی شدہ دنیا کی کسی لغت میں نہیں۔ عربی میں تو پچاس سال سے اوپر کے آدمی کو شیخ کہتے ہیں۔ قرآن بھی شیخ کا لفظ بہت بوڑھے اور از کار رفتہ آدمی کے لئے استعمال کرتا ہے۔ دیکھئے جب حضرت ابراہیمؑ کی بیوی کو حضرت اسحٰق کی بشارت ملتی ہے تو وہ حیران ہو کر کہتی ہیں!

قالت یویلتی ءالدوانا عجوز وھذا بعلی شیخا۔

(ترجمہ) میں جنوں گی، حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔ (سورہ ھود، آیت نمبر ۷۲)۔

یہاں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''شیخ'' اس عمر کے آدمی کو کہتے ہیں جس سے توالد و تناسل سے بظاہر ناامیدی ہو۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بوڑھی عورت کے لئے الشیخہ نہیں بلکہ ''عجوز'' استعمال ہوتا ہے۔ الشیخہ قطعی غیر فصیح لفظ ہے۔ جو لوگ اسے قرآن کی آیات قرار دیتے ہیں وہ سوچیں تو سہی کہ کیا قرآن شادی شدہ جوڑے کے لئے ایسے الفاظ استعمال کر سکتا ہے۔ جس سے عربی دان طبقہ واقف نہ ہو اور پھر حضرت عمرؓ پر یہ کتنا بڑا الزام ہے کہ وہ شیخ کو شادی شدہ کے معنوں میں استعمال کر رہے ہیں۔ دنیا بھر کے روایت پرستوں کو چیلنج ہے کہ کسی لغت میں شیخ کا وہ مفہوم دکھا دیں جو یہ ملا لوگ لیا کرتے ہیں۔ ان روایت پرست علماء سے پوچھ لیجئے کہ جو شخص قرآن میں کمی بیشی مانے اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ بلکہ میں خود علماء سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ قرآن میں تحریف کے قائل نہیں؟ اللہ کو گواہ بنا کر کہئے کہ کیا آپ کا یہی عقیدہ نہیں؟ کیا میں نے کوئی غلط بات آپ کی طرف منسوب کی ہے؟ ہمارے علماء کہتے ہیں یہ آیت تلاوت میں تو منسوخ ہو چکی ہے مگر اس کا حکم باقی ہے۔ درس نظامی میں ''نورالانوار'' ابتدائی کتاب ہے جس میں بتایا جاتا ہے کہ آیہ رجم (سنگسار) قرآن کریم کی آیت تھی۔ وہ تلاوت میں منسوخ ہو گئی۔ یعنی قرآن سے خارج کر دی گئی مگر اس کا حکم باقی ہے۔ حنفی علماء یہی کتاب پڑھتے ہیں اور اسی بات پر ان کا ایمان ہے کہ یہ آیت قرآن سے حذف ہو گئی اور ہاں کیا آپ اس بات کی کوئی صحیح تاویل پیش کر سکتے ہیں کہ جس کا حکم باقی ہو اسے تلاوت میں منسوخ کرنے میں کیا مصلحت ہے؟

حدود کے بارے میں گواہی کے معیارات کا بیان

حدود آرڈیننس میں موجود ہے اس کے بعد ۱۹۸۴ء میں جو قانون شہادت نافذ ہوا اسے بھی اسی تناظر میں دیکھنا چاہئے۔ ان قوانین کے تحت حدود کے مقدمات میں عورت کی گواہی سرے سے قابل قبول نہیں اور دیگر مقدمات میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے۔

قارئین! آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم فرقان حمید نے عورت کی گواہی کے متعلق کیا ارشاد فرمایا ہے۔ عام طور پر سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ پیش کی جاتی ہے۔ جبکہ

قرآن کریم نے دوعورتوں کی ضرورت کے متعلق خود ہی بات واضح کردی ہے کہ اگرایک عورت Confused ہوجائے تو دوسری اسے یاددلا دے اس سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔

(۱) یہ کہ اس زمانے میں عورتوں کی حالت ایسی تھی کہ ''وہ (جہالت کی وجہ سے) دوسرے کا تو ایک طرف وہ اپنا معاملہ بھی وضاحت سے بیان نہیں کرسکتی تھیں''۔ (سورہ زخرف، آیت نمبر۱۸)۔

اور چونکہ انہیں اجتماعی امور میں حصہ لینے کے مواقع نہیں دیئے جاتے تھے۔ اس لئے عدالت کے سامنے ان کا پریشان ہوجانا کچھ مستبعد نہیں تھا۔

(۲) دوسری عورت کی ضرورت اس وقت لاحق ہوتی تھی جب پہلی عورت کچھ بھول جائے یا اسے الجھاؤ پیدا ہو جائے اگر پہلی عورت کی حالت ایسی نہ ہو تو پھر نہ دوسری عورت دخل دے سکتی ہے نہ اس کی گواہی کی ضرورت پڑتی ہے اس سے واضح ہوا کہ ایک مرد کے عوض دو عورتیں بطور گواہ پیش نہیں ہوتی تھیں بلکہ گواہی ایک ہی کافی سمجھی جاتی تھی۔ بشرطیکہ وہ عدالت میں آ کر گھبرا نہ جائے۔ اس سے ظاہر ہے کہ عورت کو محض عورت ہونے کی جہت سے مردوں کے مقابلہ میں ناقص الاعتبار قرار نہیں دیا گیا۔ صرف عورت کی اس مخصوص حالت کو ملحوظ رکھا گیا ہے اگر وہ حالات نہ رہیں تو ایک عورت کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر تسلیم کی جائے گی۔

آخر میں میں چاہتا ہوں کہ ''زنا'' کی Definition جو قرآن کریم فرقان حمید نے کی ہے وہ بتا دوں۔ زنا کے لئے چار گواہ پیش کرنے کے لئے جو دلیل کے طور پر آیت پیش کی جاتی ہے وہ سورہ نور کی آیت نمبر۴ ہے۔ جبکہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر۳۲ میں ارشاد فرمایا! کہ ''زنا کے قریب مت جاؤ کیونکہ وہ فحاشی ہے (برائی ہے)'' درج بالا آیات مقدسہ کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی میل اور فی میل سرعام آپس میں ایسے اشارے کریں جس سے جنس مخالف کے جذبات بھڑکیں اور جس سے فحاشی ظاہر ہو تو اس کے چار گواہ آپ کو آسانی سے مل سکتے ہیں اور اس کی سزا (حد) سو کوڑے ہے۔ (سورہ نور، آیت نمبر۲) اور تہمت لگانے کی صورت میں ۸۰ کوڑے لگائے جائیں گے۔ (سورہ نور، آیت نمبر۴)۔

ہاں اگر کوئی ریپ کرتا ہے اور میڈیکل رپورٹ سے ثابت ہوتا ہے تو گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں اسلامی حکومت حالات کے مطابق اس شخص کو فساد فی الارض پھیلانے کی وجہ سے انتہائی سزا قتل بھی دے سکتی ہے۔ (سورہ احزاب، آیت نمبر۶۱)۔

میری حکومت وقت سے اپیل ہے کہ وہ حدود آرڈیننس کو فی الفور ختم کر دے اور ایسے قوانین بنائے جو قرآنی تعلیمات کے عین مطابق ہوں تا کہ مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان صحیح معنوں میں اسلامی ریاست بن سکے۔

(بشکریہ روزنامہ جناح، بابت۴ جولائی ۲۰۰۶ء)

The Immutable Law of the Rise and Fall of Nations

(Letter 37 – Qaumon Ke Uruj-o-Zawaal Ka Abadi Qanoon, Saleem Ke Naam by G. A. Parwez)

Translated and adapted from Urdu: by
Mansoor Alam

==================

Translator's note: Allama G. A. Parwez says in the Introduction to the book Saleem Ke Nam (Letters to Saleem): Destinies of nations are not decided in political arenas or on battlefields. They are decided in their schools and places of training. A nation is not defeated by its enemy; rather it is defeated by the wrong education and corruption of its youth. This is the reason Allama Parwez made Muslim youth the focus of attention in this book.

Today's Muslim youth are curious to learn about Islam but are frustrated with the explanations given by traditional Islamic scholars. Saleem symbolizes such youth, and through him, Allama Parwez addresses all Muslims. The book uses a logical and rational approach throughout and covers a wide range of topics.

Allama G.A. Parwez not only had a deep knowledge of the Qur'an, but he also had an ability to communicate it in a way that is probably unmatched in the annals of Urdu literature. His style was unique and his delivery finely tuned and highly resonant. Therefore, a literal translation of his Urdu is impossible. The Urdu words have connotations whose resonances are rarely caught with lexicon equivalents, and many Urdu idioms would be unintelligible if translated literally.

Translations of the Qur'anic verses appearing in the original Urdu and given in this rendition (of letter no. 37 dated January 1957 in *Saleem Ke Nam*) are taken from Allama Parwez's Exposition of the Holy Qur'an, Vol.1 and with minor adaptation from the Tolu-e-Islam website: www.tolueislam.com. The Qur'anic references are given as Sura number followed by the verse number: e.g., (4:123) means Sura 4 verse 123. Allama Iqbal's poems appearing in the original Urdu letter have been done by me.

I have strived for the most accurate possible English rendition of the Urdu. In spite of the wide gulf between modern English and classical Urdu, this humble effort on my part offers a reliable translation that can be studied by non-Urdu readers. If you think I have been successful in this aim then it is due to the Grace of Allah. If not, then I implore the reader to consider this as my limitation. Also, any discrepancy in this rendering of the original Urdu text is my responsibility.

Finally, I am thankful to my son, Suhail, for editing this translation and to my wife, Sajida, for her constant encouragement in my Qur'anic journey.

Mansoor Alam
Toledo, Ohio
Email address:malam55@yahoo.com

Dear Saleem! History is not merely a record of past events and facts. It holds a much broader and deeper meaning than that; it is about why some nations succeed and thrive while others fail and vanish. In other words, studying history, apart

from telling us the details of past events and facts, tells us the *underlying* causes of the success or failure of nations. This is called the science or the philosophy of history.

Science of history

My dear Saleem! You may be surprised to know that it was the Qur'an, that for the first time, presented history as a science or philosophy. The Qur'an states that it is not an accident of chance or a random event that nations live or die, rather their fate is subject to precise laws and rational principles.

It is true that sometimes a certain nation or a society may temporarily acquire power and wealth while ignorant of these laws and principles, but this is like a flash fire of weeds that quickly burns into a pile of ash. What we are considering as the rise or fall of nations goes beyond short-term events. Rather, we are considering the long-term process that slowly works its way towards a nation's ultimate rise or fall. Studying history allows us to see that this occurs according to a set pattern or law.

One should understand at this point that when we say that a certain nation dies, it does not mean that the people belonging to that nation disappear from the face of the earth (though sometimes this happens as well). Rather, what we mean by the death of a nation is that, although the people remain alive physically and even maintain their future generations, they lose their power and glory, and do not count for much in the world.

It is true that every nation has a certain ideology and a particular concept of life. This is known as *Kalima* in Qur'anic terminology or *culture* in modern terminology. But what do we mean by life or death of nations?

Death of nations

Every nation has its own culture that it tries to preserve and promulgate through time. When it cannot, it suffers a cultural death. If a nation is going through a decline then it means: 1) either it is not able to withstand the challenge of its time, and thus is overtaken by another culture, or 2) it left its culture (thinking it would not be able to withstand the challenge) and voluntarily adopted a new culture that was on the rise. In short, a culture experiencing downfall did not withstand the test of time.

This implies that an unending clash goes on between cultures and the demands of time. A culture that is able to withstand and overcome the demands of time remains alive, while a culture that is not is left behind and is overtaken by another culture. In the terminology of the Qur'an this is called *the law of substitution and succession of nations*.

It is obvious that, like an individual, a nation does not want to die. It wants to live and prosper, and wants to be powerful. But, just as an individual cannot live merely on wishes, a nation likewise cannot live merely on the basis of lofty wishes. It must follow the above law if it wants to live and prosper. So much so that in the early period of Islam, when Muslims faced opposition from those (whom the Qur'an calls *Ahl-ul-Kit'ab*, the people of the Book) who professed a culture that had lost its ability for forward movement against the forces of the time, the Qur'an stated in clear terms that though every party wishes to succeed or prevail, one must remember that success is not based on the mere wishes of one over that of the other. It is based on the immutable law, that if a society or nation practices injustice, sooner or later, it is bound to face the destructive consequences of its actions.

> Mark it that paradise-like life cannot be achieved through wishful thinking – be it yours or that of *Ahl-ul-Kit'ab*. Whoever does wrong shall reap the consequence thereof and shall not find anyone to protect and help him except *Allah*. (4:123)

Rule of Law

A culture based on exploitation and usurpation is bound to fail and nothing can save it from this destruction except the shield provided by the immutable law of Allah. This is so because there is no lawlessness in this Universe. In other words, the decision regarding a nation's life or death happens rationally, according to set pattern or law. Those that succeed and survive do so according to the logical and rational application of this law, and those which fail and vanish do so while in violation of this law.

> This was necessary in order that it might become manifest that those who have the capacity to live should survive, whilst those who lack this capacity may perish after clear demonstration. *Allah* is the Hearer and the Knowing. (8:42)

In the dominion of this law, therefore, neither does anyone receive undeserved favors the way kings bestow on their admirers, nor is anyone punished simply

because of a sudden burst of royal anger. Here, everything happens according to the unbiased, eternal and universal rule of law without exception.

The philosophy of Hegel

Dear Saleem! Let us proceed further after this rather long introduction. Hegel has presented a philosophy of history according to which, first a certain *idea* is born; then it grows, develops, and matures. Then from within it an *opposite idea* takes root that slowly develops and matures and overwhelms the previous one which ultimately dies. According to Hegel this process repeats itself in an endless cycle.

The philosophy of Marx

After Hegel came Marx who followed essentially the same line of reasoning except he said that this struggle is not between ideas but between *systems*. A period may be dominated by a certain system (say Capitalism) but after some time from within it emerges another system which is the opposite of the previous one, and takes its place. Once again, this continues in an endless cycle according to Marx.

The above philosophy of Hegel or Marx is called dialectical progression.

But whether this perpetual clash is between ideas or between systems, one thing is common between both. According to this philosophy an idea or a system is neither good nor bad in itself; nor is one idea or system objectively superior to another. Also, according to this philosophy, an idea or a system does not have the ability to stay forever nor does it have the ability to dominate its opposite for long: every idea or system contains within itself the elements of its own destruction. Both Hegel and Marx think that this is the way the rise or fall of nations occurs. They feel it is a cyclic process by which cultures come and go, irrespective of its merits or ills. A culture cannot remain alive forever nor can another remain dead forever. In other words, this philosophy says that every culture has a final day that cannot be changed by any means.

The philosophy of the Qur'an

Saleem! The Qur'an also gives a philosophy of the rise and fall of nations or cultures. It says though it is true that a clash occurs between contradicting ideas, it is not true that all ideas are equal in this clash. According to the Qur'an, certain

ideas have the inherent ability to dominate and prosper as opposed to others. The Qur'an terms the former *Haq* or Truth and the latter *Baatil* or Falsehood. The Qur'an says that *Haq* strikes at *Baatil* and this struggle continues until *Haq* overwhelms *Baatil* which is eventually defeated.

> We have made it such that there is constant clash between Truth and Falsehood. The (constructive force of) Truth continues to overcome the (negative and destructive force of) Falsehood until such time that the latter has been crushed and withers away. (21:18)

This is so because Falsehood has the elements of its destruction within its very foundation.

> O Messenger! Announce to the world that Truth has manifested itself and that Falsehood has vanished; for Falsehood by its very nature must perish eventually. (17:81)

Therefore, a nation which professes a culture based on Truth will dominate a nation whose culture is based on Falsehood, and the former will continue to do so as long as its culture remains based on Truth. It would never be the case that a nation based on Falsehood (i.e., nation of unbelievers in the Qur'anic sense) could ever dominate a nation based on Truth (i.e., nation of true believers in the Qur'anic sense).

> Never will *Allah* allow the unbelievers an upper hand over the believers. (4:141)

So, what is the significance and meaning of the Qura'nic terms *Haq* or *Baatil*?

Haq is the name of the ideology that represents universal permanent values of humankind. It is based on *reality* and therefore its results are constructive. Whatever is against this ideology is called *Baatil*. With *Haq* as its ideology a culture is bound to develop and grow and reach higher and higher levels. On the other hand, a culture based on *Baatil* produces destructive results and is bound to fail eventually, even though there may be some short term gains.

Did you notice Saleem, how the philosophy presented by the Qur'an regarding the clash of ideas, systems, or cultures is different from the philosophy of Hegel and Marx? It is according to this Qur'nic philosophy that fate of nations is really decided. It is this objective standard or law by which the survival or death of a nation occurs. The history the Qur'an has presented of past nations is not idle storytelling; it is to demonstrate the working of this immutable law with actual and concrete examples.

Therefore, we should not simply move forward after reading the stories of the rise and fall of past nations but reflect on its deeper aspects to figure why they rose in power and achieved greatness only to then vanish into the bowels of history. Our own collective life or death is also governed by the same immutable law of the Qur'an that applied to them. It is only from this deeper perspective that we will be able to figure out why our own Islamic culture suffered its downfall and how we can escape from this abyss.

(To be continued.)

==================

What happened to Islam after Umar رضی اللہ عنہ?

(IV)

========================

This is not something strange or unusual because there are many verses about which Al Kafi says that Angel Jibreel (Gabriel) revealed in this way but it is now not included in the Quran. At this point we will only focus on the concept of Mohaddas which means that the angels bring God's messages to him. Mohaddas can hear the angels but cannot see them. Another tradition says: "A Mohaddas talks with the angels, hear their voice but cannot see them even in dream." (Ash-Shafi Vol 1 p-204)

Another tradition says: Hazrat Ali said that "there will be 11 Mohaddas from me and my descendents. (Ash-Shafi Vol 1 p-281)

No practical difference between a Rasul and a Mohaddas:

You will notice that as far as the acquisition of knowledge directly from God through angels is concerned there is no difference between a Rasul and a Mohaddas. Other traditions in Al Kafi explain this point. For example, about the Prophet, the Quran says:

…… So take what the Messenger assigns to you, and deny yourselves that which he withholds from you….. (59/7)

But a tradition in Al Kafi quotes Imam Jafar as saying that whatever Hazrat Ali says accept it and keep yourself away from which Hazrat Ali forbids. (Ash-Shafi Vol 1 p-255) This is because God has honored (Hazrat) Ali the same way as he has honored the prophet. This means that the fountain of knowledge of the both was the same. After that it is added:

"Amirul Momenin (Hazrat Ali) often used to say that God has assigned me to allocate places in paradise and hell. I am Farooq-e-Akbar (Farooq the Great). I am the cause of unity of all Muslims. I represent those verses which authenticate Imamat. All the angels, souls and prophets recognized my Wasayat as they did for Mohammad. I am elevated to the rank of Imamat as Mohammad is elevated to the rank of Prophethood…and this rank is given to us by God." (Ash-Shafi Vol 1 p-225)

Another tradition said:

"An Imam is unique in his era. Nobody can match his qualities nor his wisdom. There is no substitute for him and no body is equal to him. He is bestowed with special honors and ranks from God. (Ash-Shafi Vol 1 p-231)

About the Imam, it is written that he is from the descendants of the prophet – from the children of Syyeda Tahira Massoma (Ibid. 233). Prophets and Imams are appointed by God. They are given wisdom and knowledge from God which is not given to anybody else. (Ibid. p-224)

This point is further clarified in another tradition:

"Imam Jafar Saqid said: Imam's knowledge is his access….which is extended up to heavens. So that the process of revelation is not disconnected. Allah's instructions are conveyed only through an Imam. God does not accept deeds of the people unless they come through Imam….Imam is chosen and liked by God. He is pious and a favored person of God and the prophet. He is a *Hadi* who knows the metaphysical secrets….God created Imams before the creation of human beings. (Ibid. p-235-36)

Do you notice that the only difference between Nabi and Mohaddas is of wording?

The concept is that God talks even after the end of prophethood. (i.e. knowledge can be obtained directly from God.) This belief continues to surface in different shapes and modes. It opened the closed door of prophethood. We will talk about the people who entered in this door through various ways and means. At this moment we will emunirate some more qualities of these Imams.

Imam Jafar said "we are…the persons whose following is a duty (who must be obeyed). There is no alternative for the people but to accept our divine knowledge, it is not acceptable to be ignorant about us. The person who recognized us is a *Momen* and who rejected us is a *kafir (infidel).* Whoever neither recognized nor rejected us is a disillusioned person unless he returns to our obedience as ordained by God. Imam Baqer said that our love is faith and our rejection is *kufr*. (Ash-Shafi Vol. I, p-215-16)

According to another tradition about *Amirul Momenin* (Hazrat Ali) Imam Mohammad Baqer said:

After the prophet, obedience of Hazrat Ali is a must like the prophet…disobedience of their big or small commands tantamount to disbelief. The prophet was the gate of God through which entry is obligatory. He was a path, whoever followed that path reached God. *Amirul Momenin* was just like that. After him successive Imams enjoyed the same position. (Ash-Shafi Vol. I, p-227)

For Muslims, the Quran was and remains authority for Deen. But Imam Mohammad Baqer says: Nobody has the power to claim that he has complete knowledge of the external or literal (*Zahir*) and hidden or esoteric (*Batin*) meaning of Quran, except the *Osi'as* (Imams). (Ash-Shafi Vol. I, p-261)

Here the word Batin (hidden) is used that we will explain later.

About the knowledge of Imams, it is believed that their knowledge is greater than those of the prophet i.e. the knowledge began with the prophet but it reached its climax with the Imams.

According to Al Kafi: It is related that I heard Imam Jafar as saying that the knowledge would have ended if it had not been increased with us. I asked, is there any knowledge

which you get but not the prophet? He said, knowledge is first presented to the prophet and then to Imams but it reaches its climax with us. (Ash-Shafi Vol. I, p-291)

About revelation, Quran says that this knowledge is not *Iktisabi*, it means that the prophet does not get revelation whenever he wants but it comes according to the wisdom of God. Whenever and whatever He wants, tells the prophet through revelation. But with respect to the Imams, Imam Jafar says that the Imam is given knowledge whenever he wants. (Ash-Shafi Vol. I, p-295)

About the knowledge of *ghaib (unknown)* the Quran says that only God knows about it but He gives through revelation this knowledge to the prophets whenever He likes. However, Imam's position about the knowledge of Ghaib is:

Imam Jafar Sadeq said that an Imam who does not know what hardships he will face or what will be his fate, then he is not capable to lead the people. He cannot be a representative of God. (Ash-Shafi Vol. I, p-295)

The central or pivotal belief of Christians is that Hazrat Esa (Christ) sacrificed his life for the sins of the people. It means that his blood became the atonement of the sinners' sin. One tradition of Al Kafi says:

Imam Musa Kazim said that (because of abandoning Taqqia) God was displeased with our Shiras and gave me an opportunity to chose between them and my life. So I gave my life and saved them. (Ash-Shafi Vol. I, p-297)

Another tradition says:

Imam Jafar said that God does not shy away from punishing those who bow before a cruel king and love a cruel Imam, though these people are very pious. However, God is shy away from punishing those whose deeds are not good but they bow before the God appointed Imam. (Ash-Shafi Vol. I, p-462)

So this becomes the basis of salvation, piousness and standard of belief and disbelief.

Abu Hamza says that he heard Imam Mohammad Baqer as saying that Ali is a gate that was opened by God. Whoever enters that door is Momen and whoever remains outside, is unbeliever and for those who are in the middle (neither inside nor outside his door), God says that they remain on His mercy (i.e. He will pardon or punish whom He would like).

These Imams were not only recognized by the *Umma (followers)* of Mohammad but they were also recognized by the previous prophets. Hence there is a tradition:

Imam Raza said that all divine books mention the *Wilayat* of Hazrat Ali. God did not send any Rasul who was not aware of the prophethood of Mohammad and *Wasayat* of Ali. (Ash-Shafi Vol. I, p-540)

The Status of Hazrat Ali:

Since we are talking about the status of Hazrat Ali, it will be appropriate to present few examples of the Shia beliefs in this respect.

Shia's publish a monthly magazine from Lahore – Ma'areful Islam – which prints a special issue annually in September or October on Ali and Fatima. In the Sept-Oct 1972 issue of this magazine, Allama Majlasi has quoted Hazrat Ali as saying:

"I am the embodiment of the blessed names of God……I am the guard of Heaven and Hell. I will allow the deserving people entry into paradise and send the people to hell who deserve fire. I am responsible to punish those who deserve Hell. All living creatures return to me. I am the center. After death all creatures return to me. I am responsible for the accountability of all. God consulted me at the time of formation of the creatures.I will be their witness on the day of judgment. I have the knowledge of the life and death of all creatures. All verses, miracles and the books of prophets are entrusted to me. I am their guard…I am the one for whom clouds, thunder, electricity, darkness, lights, air, mountain, skies, stars, sun and moon have been conquered….I know the secrets of nature which God had given to Mohammad and that were passed on to me by Mohammad. Allah has bestowed me with His name, His *Kalma,* His wisdom and intelligence. O'h people, recognize me before you will not find me. God, I bear witness to You and seek help from You. (p 60-61)

It is written in the Sept. 1971 issue of this magazine:

Mohammad would not have born if Maula Ali was not born. And earth and Sky would not have been created if Mohammad was not born. Hence there would have been nothing (universe) if Ali was not born. (p-8)

Another quote from the November 1967 issue of this magazine:

When he (Ali) appeared in Tora of Moses, he became the tongue and speech of God. When he appeared in Zubair, he became embodiment of Daud. Later he appeared in the style of Sulaiman's prayers. When he appeared in Bible of Christ, he became helper and innocent child. When he appeared in the gospel of Yuhanna, he was reciting verses in praise of God while mounted on a white horse. When he appeared in Quran, he was referred at various places as honorable, brave and marvelous. Sometimes he was the hand of God and sometimes the truthful tongue of the prophets. (p-91)

It is written in the continuation of this statement:

Move forward….when he appeared amongst the disciples of the unique first Imam Zartusht, he became the flame of fire. In Janemat he appeared as Shanti and Ahina, in Vedas as Om, in Shasters as Parmatma, in Gayans as Mahabali, in Geeta as Narian, in Ramain as Mahatema and he was seen by gods as Singh, Sher, Asad, Lion – this Lion and Singh is being worshipped for centures in temples. When Krishenji used to see 14 innocents in the shape of 14 attributes, one of the attribute that was of Singh i.e. Lion. (Hazrat Ali is also called by Shias as Sher-e-Khuda i.e. the Lion of God) (p-91,92)

These are some of the examples of the Shia belief about Hazrat Ali's illustrious position. You may be aware about their Kalma:

There is no God but One God, Mohammad is His prophet and Ali is his Wali (Vicegerent). (Maarif-e-Islam Nov. 1967 p-141)

The Present Quran is Mutilated:

Have you noticed as to how the belief of Mohaddas was twisted? When the salvation is dependent or conditioned on the allegiance to the God appointed Imam, the result was that the Quran lost its significance and there was no importance of the finality of prophet-hood. However, the matter did not end here. With this such beliefs were popularized that ended the protection and permanence of the Quran. About a number of verses, Kitabul Hujjat of Al Kafi says that these verses were not revealed in this way. Some examples:

About "*Laqad Ahadna,"* Imam Jafar Sadeq said that these words were related to Mohammad, Ali, Fatima, Hassan, Hussain and Imams from their lineage. Adam forgot this and by God this verse was revealed in this way to Mohammad. (Ash Shafi p-513)

In the Quran this verse is as follows: And certainly We gave a commandment to Adam before, but he forgot… (20/115)

According to another tradition:

Imam Jafar said that verse 67/29 was revealed with this addition: "Shortly you will know as to who is in error. Oh the group of liars, I inform you about the Wilayat of Ali, after me. Now who is in open disbelief? (Ash Shafi p-512)

In the Quran, this verse is like this: So you shall come to know who it is that is in clear error. (67/29)

Another tradition:

About verse 70/12, Imam Jafar said that this verse was revealed like this: "When somebody asked about the punishment to disbelievers (in the Wilayat of Ali), and there was no one to salvage them, Imam said that this verse was revealed with the Wilayat of Ali. (Ash Shafi p-518)

This verse is like this in the Quran: A questioner asked about a Penalty to befall the unbelievers, which none can repel. (70/1-2)

Now the question arises as to how these words were revealed but deleted from the Quran?

Imam Mohammad Baqer said that *Jibreel* used to come to the Prophet with these (complete) verses but the people usurped their right (the right of Mohammad's descendants) and changed the message. Hence we sent punishment from heaven upon those who had usurped the right of Mohammad's descendants. These people were sinful. (Ash Shafi p-520)

The verse in the Quran is: But the transgressors changed the word from that which had been given them; so We sent on the transgressors a plague from heaven, for that they infringed (Our command) repeatedly. (2/59)

The uniqueness and fundamental importance of the Quran is that it is the last book of God which is complete and immutable. Not a single world or letter can be added or subtracted or changed because God has taken responsibility for its preservance. *We have, without doubt, sent down the Message; and We will assuredly guard it (from corruption). (15/9)*

It will shake our very belief if there is a doubt about the authenticity of any word of the Quran. It will become just like the mutilated versions of the revealed books of the earlier prophets – Torah and Bible.

There are numerous such examples in Al Kafi as we mentioned above, according to which the concept of preservance and perpetuality of the Quran is negated.

The Hidden (concealed) Meanings of Quran:

Now let us talk about those verses about which it is said that they are not changed but they are explained or translated in such a way that we do not find their authentication from the Quran. About their meanings, Imam Mohammad Baqer said that whatever was revealed about Ali, people committed *kufr* by disbelieving in it. (Ash Shafi Vol 1, p-513)

Another tradition says that the Quran has been changed. (According to their belief) Imams acquired knowledge direct from God. This is called *Taaweel.* (We discussed earlier about *Taaweel* and the hidden meanings of Quran within the context of Ismaeli beliefs.)

For example, about the meaning of *Nabael Azeem* in verse 78/1-2, Imam Jafar Sadeq said that *Nabael Azeem* means Wilayat. It was asked does this mean Wilayat of God? Imam said it means Wilayat of Amirul Momenin. (Ash Shafi Vol 1, p-514)

Similarly about the verse (10/105): *And that you should keep your course towards the religion uprightly; and you should not be of the polytheists*. Imam Mohammad Baqer said it means Wilayat.

Other revealed treatises other than the Quran:

The issue is not confined to the Taaweel in the meaning of the Quran but it goes further as you can see, in the following two traditions of the 39th Chapter (Kitab Al Hujjat) of Al Kafi:

Abu Basiri relates that he went to Imam Jafar Sadeq and said that I want to ask a question, I hope there is nobody who will hear me. The Imam raised the curtain that separated his room from the rest of the house and said, now you can ask whatever you want? I asked, your Shias say that the Prophet taught one chapter of knowledge to Ali from which one thousand chapters were opened to him? Imam said Abu Mohammad

(alias Abu Basir) the prophet taught 1000 chapters to Ali and from each chapter another 1000 chapters were opened to him. I said by God this is called knowledge. The Imam paused for a while and then said, Abu Mohammad we have *Jame.'* I asked, Imam tell me what is Jame'? He said it is a revealed book which is 70 times longer than the hand of the Prophet who dictated this himself and Hazrat Ali wrote in his own handwriting. This contains everything which is allowed and forbidden, and everything that we may need, even about the compensation of a small scratch on the body is mentioned in that. Then he put his hand on me, snapped his fingers and said that even compensation of this (small matter) is mentioned. He said this in a strong voice. I said that this is real knowledge. The Imam said it does not end here.

After a little pause, the Imam said, we have *Jfar.* People don't know. I asked him what is *Jfar.* This is a pot from the time of Adam which contains the knowledge of all prophets and *Osias (testators)*and all the learned persons who appeared in Bani Israel. I said this is knowledge. Hazrat said that it does not end here and after a brief pause said we have the *Mashaf* (*Treatise) of Fatima*, peope don't know what is the treatise of Fatima? I asked what is that. This treatise is three times voluminous than the Quran. In your Quran there is only one letter that is apparent (meaning). I said by God this is knowledge. He said that it does not end here.

After a pause, he said we have the knowledge of *"Makana wa mayakun"* i.e. what will happen till the day of judgment. I said that this is knowledge. He said there is more. I asked what is that, he said we know all about what incidents will occur day and night and sequence of events, and what will happen till the day of judgment.

The narrator says that I heard Imam Jafar as saying that in 128 AH (during the reign of Bani Abbas) philosophers will appear (who will be disbelievers of Islam and Unity of God). I saw this in the Treatise of Fatima. I asked him what is the Treatise of Fatima? He said that when the prophet passed away, Hazrat Fatima was in deep grief. God sent an angel to console her, who talked to her. Hazrat Fatima informed Amirul Momenin (Hazrat Ali) about the angel. He said that when angels come to you next time and you hear its voice, then tell me. When the angel came, Hazrat Fatima alerted the Amirul Momenin who worte down all what the angel had said. These talks were written in the Treatise *(Mashaf)*. Then Imam said that not only about the heaven and hell but all the events up to the day of judgment are written in the *Mashaf.* (Ash Shafi Vol 1 p-270-72)

Up to this point there is no mention of allowed and forbidden as pointed out by Ash Shafi. However, after two, three traditions, it is said:

A narrator says, I heard Imam Jafar Sadeq as saying that we possess something because of which we are not dependent on the people, but the people are dependent on us. We have a book that was dictated by the Prophet and scribed by Hazrat (Ali). This book enlists what is *Halal (allowed)* and what is *Haram (forbidden).* We know anything that you are going to start and when you complete or end that. (Ash Shafi Vol 1 p-273-74)

All these commands were brought by the angels who descended at the command of God.

How did the angels come to the houses of Imam?

It is narrated by Abu Hamza Thamali that he went to see Hazrat Ali Ben Al Hussain. For a while I waited outside, then I went inside the house. I saw that the Imam is picking something and giving to someone who is behind the curtain. I asked him as to what he was picking? He said that they are small parts of the feathers of angels. When they leave, we collect them and make *Taaweez* for kids. I asked him, do the angels visit you? He replied affirmatively saying they come as soon as he goes to bed. (Ash Shafi Vol 1 p-407)

xxxxxxxxxxxxxxxxxxx

What is the relationship of Iranians with these Beliefs?

Remember, we began with the dialogue between Hazrat Umar and Hurmazan, who said that we were defeated by the Arabs because you have the book of Allah. We or any other nation cannot overcome you as long as you have this book. Later on, we saw how Quran practically vanished from the practice of Umma.

Now the question arises that:

1. All the beliefs and ideas we mentioned in the previous pages are attributed to the Imams who were all Arabs. Then how the Iranianism infiltrated?
2. These beliefs and ideas are of one Muslim sect – the Shias – while these are not those of the majority of Muslims (Sunnis). Did Quran vanish or disappeared from their practice too and if so, then how did it happen?

These questions are very important and require thorough study and deep understanding. I would like to emphasize again that I am neither Sunni nor Shia. I do not belong to any sect. I am a scholar of the Quran. My belief, rather my conviction, is that this great book of God is the only authority in Deen and the standard or measure to judge truth and falsehood (right and wrong). In my view any belief, idea, sect or school of thought that goes against this is not genuine, even though it is attributed to our respected elders of any sect. In this respect I will submit that I see this attribution as malicious and say that they would not have said that.

The ideas and beliefs about which we referred in the preceding pages were all attributed to the Shia Imams. However, we do not have any book about which we can definitely say that this was written by them. All sayings of these people (Imams) are conveyed to us through the compilers of traditions.

Compilers of Hadith were all Iranians:

As I wrote earlier, Kalini is considered as the most authentic among the Shia compilers of Ahadith. He was born in Ray (the present Teheran) in 250 AH. He died in 329 AH. The

11th Imam of (Imamia) Shias, Imam Hassan Askari died in 260 AH. After him, the 12th Imam Mohammad Al Muntazar, who was about four or five years old, disappeared (near Baghdad) in Samara cave. (Dr. Zahid Ali p-155)

It is clear from this discussion that Kalini did not get all his traditions directly from any Imam but from other narrators. The three other Shia books of Ahadith are compiled after this. These books are: La Yahzar Al Faqiha (Sheikh Mohammad Abn Ali, died in 381 AH) and Tahzeeb wa Istabsar (Abu Jafar Mohammad Ben Hassan, died in 460 AH)

Weak traditions of Al Kafi:

About Al Kafi, it is written in the introduction of Ash Shafi, Volume I:

Out of the 16,199 of Al Kafi's ahadith, only 5000 can be relied. Out of this 144 are most reliable, 1,116 authentic, 3200 strong and 9,450 weak. (p-6)

Maulana Syed Zafar Hassan also wrote in Forogh-e-Kafi's translation: Shia sect has never claimed about their Ahadith books that all their traditions are authentic. Presence of a tradition in a book does not mean that it is considered correct unless it is judged on the measure/standard of tradition. (p-5)

In my view the "standard of Hadith" is that any hadith which goes against the teachings/command of the Quran is not authentic. On the basis of this argument, I dare to say that whatever is written in the previous pages about the beliefs and ideas which are attributed to the Imams are not correctly attributed. They should be considered (in accordance with the above remarks of Syed Zafar Hassan). These traditions should be considered as weak. However, Shias consider them authentic and I have no right to give any judgment on them. Anyhow, I have to be careful because the Shias are blaming me of the heresy of the rejection of Ahadith.

I am accused of the rejection of Ahadith:

In the introduction of Ash Shafi (Vol. I), Allama Mohammad Hassan writes:

It is regrettable that among Muslims a group is always present which not only rejects the usefulness of hadith but says:

It is better that this meaningless literature is drowned in pure wine. (This is a useless literature which should be destroyed.)

The foundation of this *fitna* was laid down during the last moments of the prophet when the Prophet asked for pen and ink and it was said that the book of God is enough for us. And those people were lashed during the Khilafat of the believer in "the book of God is enough for us" (meaning Hazrat Umar) who talked about this incident. (Al Farooq, by Shibli Nomani). This misguided concept, while passing through different Islamic periods reached its climax in the period of Molvi Chakralvi and Mr. Parwez. When this idea had appeared in public with its real colors and contours, the believers in "the book of God is

enough for us" are also making noise. Many books have been written to denounce this idea but it proved unproductive. (Introduction Ash Shai Vol I, p-3)

My "rejection of Hadith" is confined to only those Ahadith which are against the teachings of the Quran. Their attribution to the Prophet or our respected elders is wrong. They cannot say anything that is against the Quran. I never said:

The traditions which are not against the teachings of the Quran, I recognize them as authentic. I consider it an honor for the crime of saying "the book of God is enough for us":

I am small but I am associated with great people. (Although I am very small in comparison to Hazrat Umar, I am proud that I have an ideological relation with such a great companion of the prophet.)

xxxxxxxxxxxxxxxx

Ajami impact on the Sunni beliefs and Schools of Thought:

Now we will discuss the other question, i.e. how the Iranian conspiracy affected the Sunni beliefs and ideas. It may be recalled that the central point of the Ajami conspiracy was to end the importance and greatness of the Quran. In this connection they first floated the idea that the Prophet did not leave the Quran with Umma in a compiled form. He left it in scattered pieces. There are strong traditions about the compilation of the Quran. (We will detail these traditions later). At this point it is enough to understand that there are six compilations of Ahadith which Sunnis consider as most authentic books after the Quran. About the compilation of the Quran, these traditions say:

Imam Ibne Ibi Daud quotes Zaid Ben Thabit as saying that in the year when Yamama people were killed, Abu Bakr sent someone to call me. Umar was also present. Abu Bakr told me that he (Umar) says that many Qaris (people who learned Quran by heart) have been killed. I fear that if the blood of more Qaris is shed then Quran may be lost. In my opinion the Quran should be collected. I told Umar that how can we do we do something that was not done by the Prophet. Umar said that by God this is a very good thing. Umer insisted on that until God guided me like him and I also supported his idea. Abu Bakr told me that you are a young intelligent person who had been writing the revelations for the Prophet. We do not consider you a person who tells a lie and attributes it to somebody. Hence you should write the Quran. This assignment was more difficult for me than moving a mountain. I told both of them that why did they want to do this (collection) which the prophet had not done? Abu Bakr and Umar said that by God this is a very good job. They both insisted on that till God guided me like them and I agreed with their idea. Hence, I began to search Quran on the pieces of papers, leaves of dates, stones and the *Huffaz* of Quran, till I found that a verse was missing that I had heard the prophet reciting: *Now hath come unto you a Messenger from amongst yourselves. (9/128)* I

searched this verse and found it with Khazema Ben Thabit. I added to its chapter. (Muqam-e-Hadith p-276)

The traditions say that:

(1) The Quran was collected by Hazrat Abu Bakr Siddiq and revised by Hazrat Zaid.

(2) It was collected by Hazrat Umar.

(3) Not even Hazrat Umar but by Hazrat Usman as related in the 4th chapter of "Hasbuna Kitaballah."

According to these traditions, certain verses were not collected and after research it was uncovered that those verses were eaten by the goat of Hazrat Aesha.

About the verse of Rajm, Hazrat Umar insisted that in the lifetime of the prophet it was part of the Quran. During his khilafat, when he was told to include this verse of the Quran, Umar said that he will not include them in the Quran but the command in this verse will be implemented. Consequently, punishment for adulterers was stoning in accordance with this verse. The Quran compiled by Abu Bakr or Umar was with Hazrat Hafsa. In his reign, Marwan burnt this compilation. (Other traditions say that it fell down in a well.) Whatever is the case, the Umma was deprived of this copy (or copies) of the Quran.

About the compiled copy of Hazrat Usman, Imam Ibne Abi Daud, in his book Kitab Al Masahif, writes:

After collection was completed, Hazrat Usman saw it and said you have done a great job. However I can see some mistakes, but don't worry the Arabs will correct them from their tongues.

After that during the reign of Bani Umayya, Hajjaj Ben Yusef made changes at 11 places in the Quran of Hazrat Usman. About the Quran (that we now have), it is said that this was corrected by Hajjaj. Moreover many companions of the prophet had copies of the Quran which differed from the copy of Hazrat Usman at many places.

These are all the traditions of the Sunnis about Quran.

You can well imagine if such ideas are spread about the compilation of the Quran, how it can maintain its commanding position? We will detail later how and when these ideas were spread and what is the role of Iranians in this?

The concept of abrogation of verses:

In short, the Quran, (in whatever way it was collected as these traditions say) was handed over to the Umma. Now it was said that it contains many verses which had been abrogated. It means that there are many verses which are recited but their command is abrogated or not effective. There is another belief in this connection, that certain verses supercede other verses. Another belief is that certain verses have been cancelled in view

of some Ahadith. We will discuss the second belief later. As far as the first belief is concerned, it is left to the judgment of ulamas to declare any verse cancelled or abrogated. This attitude became so common that about 500 (there are total 6666 verses in the Quran) verses were considered abrogated. The count of the abrogated verses was different in different times, until Shah Walihullah limited them to five.

Irrespective of the number that they are 500 or 50, the fact remains that there is a belief that certain Quranic verses are recited but their command is not effective (in accordance with the decision a religious leader (*alim*) and not God).

Now the question arises as to how the Quran which escaped cancellation should be understood. At this point, the role of Iranians became very clear. We have seen that according to the belief of Mohaddas, there are two kinds of revelations; one kind of revelation comes to the prophet and the other one to the Imams. The only difference was in the mode of revelation but there was no doubt that both were revelations. This was the Shia belief while in Sunnis this belief was introduced that there were two kinds of revelations which were both conveyed to the prophets. One was called *"Wahi Jili" (or Wahi Matlu)* and the other was called *"Wahi Khafi" (or Wahi Ghair Matlu).* Wahi Jili is Quran and Wahi Khafi is the traditions of the prophet.(*)

* (The belief in the two kinds of revelation prevailed among Jews. One was called Shaktab (Wahi Matlu) and the other one Shab-alfa (Wahi Ghair Matlu. We acquired this belief from them.)

Just like the Quran:

This belief was formulated about Wahi Ghair Matlu that this is just like the Quran. Hence it is related from Maqdad Ben Maadi Karb that:

The prophet said that I am given the book (the Quran) and with it another just like it; this means another book like Quran). Shortly one man will appear …., who will say that follow that Quran too. Whatever is *halal* (allowed) in that consider *halal* and whatever is *haram* (forbidden) in that consider *haram*. (Abu Bakr Khateeb Baghdadi – Kitab Al Kifaya)

"Just like it" are the traditions.

It is said that the belief in the Wahi Matlu and Ghair Matlu was formulated by Imam Shafei. He was born in Asqalan province in 150 AH. During the reign of Haroon Al Rasheed he was living in Yemen that was a Shia center. He was accused of being a Shia, that is why he was called in the court of Haroon Rasheed. He often used to travel to Iraq. In 204 AH he died in Egypt. (Tareekh-e-Fiqa Islami by Allama Khizri, p-347)

It does not matter who developed this idea, but the fact is that according to this belief another treatise of revelations, outside the Quran came into existence which is called Ahadith.

The people, who had a clear picture of Deen and believed in the greatness and uniqueness of the Quran opposed this belief and argued that authority in Deen is only the Quran. These people were labeled as "Motazila". So much intensive propaganda was launched against them that even today if any body talks about reason and wisdom and his argument cannot be refuted, then it is enough to say that he is a Motazila and he will be automatically considered non-believer.

The story of the struggle between Motazila and Shafei is very long and we will not go into detail of that. It is suffice to say that the idea of Imam Shaei became a pillar of Islam. Read carefully about the status that the traditions got because of this belief.

The status of tradition *(Hadith):*

In his book "The idea of Jamat-e-Islami about Hadith", Maulana Mohammad Ismael, former president of Jamiat-e-Ahle Hadith writes:

"After research and authentication the hadith got the same status that the Quran has. As a matter of fact, the rejection of hadith has the same impact on the faith and Deen that the rejection of the Quran has….Rejection of those ahadith which are considered authentic according to the criteria of the judgment of hadith and the Imams of *sunnat (traditions)* is kufr (disbelief) and excludes such persons from the fold of millat. …..Jibreel used to bring down Quran and Sunnah both. He used to teach the Prophet Sunna like the Quran that is why we do not believe in differentiating between the two revelations."

Upto this point, the Quran and Hadith are being equated, but Imam Ozai says that the Quran needs Ahadith (for explanation) while Ahadith do not need Quran. (Muktasar Jame Bayan Al Ilm, p-223)

Another Imam of Hadith, Yahya Bne-Khathir writes: Hadith can give judgment on Quran but Quran cannot give judgment on Hadith.(Imam Ibn Shah Sehri, during the reign of Khalifa Umar Ben Abdulaziz (about 100 AH), prepared a brief collection of traditions at the instructions of the Khalif, but this collection is not considered important like the collections in vogue.)

There is also another belief regarding hadith, i.e. a hadith can abrogate a command of Quran.

In the booklet "Hersey of the rejection of Hadith", Allama Hafiz Mohammad Ayub writes:

It is not necessary for the saying of the prophet to be enforced if it is in accordance with Quran; and not valid if it is not in accordance with the Quran. The proof of this argument is given in Quran which says: *It is prescribed, when death approaches any of you, if he leave any goods that he make a bequest to parents and next of kin…(2/180).* The prophet said will is not necessary for heirs. This tradition is being implemented continuously. This means that it is not legitimate to leave a will for heirs. This tradition has cancelled

the Quran and the saying of the prophet was implemented against the command of this Quranic verse. (p-85)

This is the status of traditions given to them in comparison to the Quran. Now the question is, how and when these beliefs came into existence? In chapter IV (God's book is enough for us), we discussed in detail that the prophet did not compile and left any book of tradition. Traditions were not collected during the reign of the 4 caliphs, rather they strictly opposed this idea. After that we do not find any collections during the period of companions of the prophet and Bani Umayya. They were compiled during the reign of Bani Abbas.

Shias recognize only those traditions which are related by their Imams. For them traditions of Sunnis are not acceptable. The Sunnis believe that any tradition that is related by Shias are not acceptable. For Ahle Hadith, if anyone rejects any tradition of Bukhari and Muslim is kafir. Hanafis do not recognize 200 traditions of Bukhari and Muslim. Imam Bukhari, who is considered as the most authentic collector of traditions, collected 600,000 traditions but accepted only six or seven thousand and rejected the rest. Other collectors did the same.

All collectors of traditions (Ahadith) were Iranians:

The Sunnis accept six of these books as the most authentic. You will be astonished to know that like the Shia books of traditions, the collectors of these traditions were all Iranians.

Name of collector Died in Resident of Number of Number of

collected traditions accepted traditions

1. Imam Mohammad Ismael Bukhari, 256 or 260 AH, Bukhara

600,000 **2762***

2. Imam Muslim Ben Hajjaj 261 AH Neshapur

300,000 **4348**

3. Imam Abu Musa Mohammad Tirmizi 279 AH Tirmiz

300,000 **3115**

4. Imam Abu Daud 275 AH Seestan

500,000 **4800**

5. Abu Abdullah Ibne Maja 273 AH Qazween

400,000 **4000**

6. Imam Abdul Rehma Nisai 303 AH Nisa**

200,000	**4321**

* after deleting duplication of traditions

** Nisa is a village in Khorasan province

Just think over it, not a single collector of the traditions is Arab but all Iranians, who had no written material to rely on. All traditions are based on verbal statements or narrations. These traditions were collected about 200/250 years after the death of the prophet without any written record but only on verbal statements. According to their own statement, they find 600,000 but decided to retain 2700/2800 in their collection and rejected the rest. Those traditions listed in their books are considered equal to the Quran and can even cancel or supercede the Quranic commands. Their rejection is kufr. At this point we will not go into details about the type of traditions found in these collections. However, hereunder are some examples of the traditions collected during the reign of Abbasis:

Love of Abbasis:

The prophet said that no one will be considered a believer unless that person loves Hazrat Abbas and his descendents (Tojih Al Nazar, p-17 – Also in Jame Al Bayan). Ibne Kathir has also enlisted this tradition (Part 25, commentary on verse Shura, p-13)

Obviously the motive behind such traditions was political. Numerous such traditions are present in these books which say:

The prophet said that you should love God because of His blessings on you, love me because of the love of God and love my Ahle Beit because of my love." (Tirmizi, quoted from Ibne Kathir, verse Shura)

Another example: The Quran says: *Say: "No reward do I ask of you for this except the love of those near of kin,"* (42/33).

In explaining this verse, Hazrat Ibne Abbas said: The prophet had blood relations with all the Quresh. God pronounced through him that I do not want any reward for the preaching of Quran but just give me the treatment of a relative." After this, Imam Tirmizi quoted this saying of Saeed Ben Jabar: In this verse Qarabi means the descendents of Mohammad (PBUH). It means that I do not want any reward for my preaching but only the love of my descendents. (All Syeds are included in this).

Companions of the Prophet became unbelievers:

Hazrat Ibne Abbas relates this sermon of the Prophet: "You will be resurrected barefoot, naked and without circumcision."…..Then the prophet said "when some people from my Umma will be taken by the angels towards hell, I will say, Oh my God, these people are my companions. A voice will come from God that you don't know what they did after you. In response I will say "I was a witness of them while I dwelt among them, and when Thou tookest me Thou wast the Watcher over them. Thou art Witness over all things."

(5/117) God will say Oh Mohammad these people became disbelievers after you.* (Bukhari - Kitab Al Tafseer)

* Before this we mentioned a Shia tradition that said that only three or five Muslims were left after the death of the Prophet. That was Shia tradition and this is a Sunni tradition in Bukhari.

Before this, what is written about the compilation of the Quran is all found in these books of traditions. And also the traditions that say that after the death of the Prophet all his companions became un-believers, are also found in these books. Mind it, that all these books are not of Shias but of Sunnis and authentic to the extent that (according to their belief) rejection of any tradition will excommunicate a Muslim from the fold of Islam.

Imam Ibne Jarir Tabri:

Now, it was not difficult to raise a new edifice of Islam on the basis of the books of traditions. This job was done by a Sunni Imam, Mohammad Jarir Ibne Jabri. (The word Imam has a special meaning for Shias but Sunnis call their scholars as Imam, such as Imam Bukhari, Imam Tabri and Imam Abu Hanifa.)

About Imam Tabri, Allama Tamanna Emadi says: Ibne Jabri was a native of Amal in Tabristan. He was born and raised there. After completing education he went out and searched knowledge for 44 years. He was Shia but called himself Sunni because of Taqiyya. His grand father's real name was Rustam, who was named Yazeed after embracing Islam. He used to write his name as Mohammad Ben Jarir Ben Rustam on the books which he wrote specially for Shias, while for his books for the non-Shia Muslims he used to write his name as Mohammad Ben Jarir Ben Yazeed. (Shias do not accept that he was Shia. He was born in 224 AH and died in 311 AH.)

Imam Tabri wrote a 30 volume commentary on the Quran in which he enlisted related traditions under every verse, this method meant that this commentary was not written by Imam Tabri but it is from the Prophet himself. What is the result of this methodology? Now only that explanation of Quran is considered authentic that is written by Imam Tabri. It is very obvious that when it is said that the Prophet has explained this verse no Muslim will dare to challenge that meaning or say that he has a better understanding of this verse. No Muslim will have the courage to challenge the commentary of Tabri while at the same time no Muslim would tolerate that challenge.

Consequently, the explanation of the Quran has been confined to Tafseer-e-Tabri and all doors of critical analysis have been closed. Therefore all the commentaries (interpretations) of Quran written after Tabri duplicate the same pattern and whoever dares to challenge this is declared rejecter of traditions, rejecter of the prophet hood and unbeliever. Imagine, just one step confined the Quran into the beliefs and ideas which were written in the books that were complied by the Imams.

(To be continued)

****

Aamanu wa Amillus-Saalihaati

By

Abdul Rashid Samnakay, Australia

==================================

Dear Uzmeenah and Abid- Salaams,

It is cheaper to communicate such weighty subjects on e-mail. Even with phone-cards it is not possible to discuss such issues on phone!

At a lower and practical level to answer your question, is the following Motto I came across on the Gate of a Catholic Seminary:

“In the Service of mankind, Oh Lord we worship thee”.

You see! We can always learn some thing good from others. I like the statement above for I think it answers best your query as to who is a Muslim. Please note that I did not say “a good” Muslim, for I believe that an adjective can not be applied to a Muslim, for there can not be a bad Muslim either!

A Muslim, with whom every body is at peace, is a person who must take that **extra** step to **be useful to others** and thus foster the environment for *Salaah and Falaah* of the community at large.

At ground level, an individual is a unit of society we live in and therefore the foundation of any society is built on the goodwill of its individual members. At the higher level it is the individuals who run the governments and hence the basis of good governance is the good character of those who are chosen as *ulil amri minkum(4-59).* You are of an age now to understand the pamphlet ‘Why do we lack character’ by Parvaze Sahib.

The above quote is engulfed in the oft repeated statement of Qura’n: *aamanu wa amillus-saalihaati,* believe(with conviction) and act righteously, that is ‘**act’** in a way that will produce a reaction for the betterment and progress. (remember our discussion on ‘Action and Reaction are equal and opposite and Newtons Law of mechanics’!) The verse occurs about thirty times in the Good Book. At 4-124 it summarises the definition of a Muslim *and those who do deeds of righteousness, be they male or female and have Iman (*conviction).

It is a profound statement for as you can see it raises issues of gender equality, the definition of righteousness and ‘belief’ or what is generally translated as faith. Action that does not produce benefits for the general society is a wasted energy at the least or of some benefit to the individual only which we erroneously term as worship.

I refer you for the sake of simplicity to an *ayat* (verse) 2-177 only. It opens with a taunt for our 'ritual of worship' of turning our faces to the East or to the West and in the first part it defines *man aamana billaahi* that is those who **believe in Allah.** In the second part it lists some **actions** necessary for those who wish to be considered as 'those who are truthfully God conscious'. Other righteous actions are listed at many other places in the Book.

Our piety industry (the Church and its operatives the Clergy), very conveniently has taken the first part only of the verse as our **article of faith**, and turned it into Iman, by creating what they call kalimah Tyyiba with few additions of their own. The recitation of which requires no effort or endeavour what so ever on our part as we can recite it before going to bed as 'good Muslims' and acquire lots of *thawaab* (reward), but the rest they have obliterated completely as it requires some elbow grease and sweat (*amal*) to put in practice!

The second part, that of *aamal* is applicable not only to an individual but also to the governments which are charged with *aqamas salaat wa aatazzakaat.* Hence it can be seen that the integrity of the government very much depends on the character and actions of the people who carry the responsibility of governing us. If the individuals are corrupt and rotten then the edifice of society built on it is unsafe and ruinous. Alas! this is the state of the Muslim world today!

The opium of *thawaab* we have been fed for centuries, for reciting some thing in bed and procuring **prior** to taking any positive action, the rewards for our, *Niyyaah,* (intention). This is a word that is not in Quran at all, but the clergy has lulled us into inactive lazy zombies, for they repeat incessantly the mantra of good intentions, but no actions.

Obviously Qura'n can not give any credence to Niyyaah, although an Arabic word, for the criterion of reward for Momin is its statement—*wa an laisa lillinsaani illaa maa sa'a.* That is, man kind can have no reward except for that it **strives** for. 53-39!

The reward therefore lies in believing with conviction **and acting** righteously for the benefit of mankind and **then** *thawaab* to be accrued. The Qura'n uses the word *A'zam,* that is the strength of ones conviction to **carry out** the task with full trust in God 3-159. That is to take positive action and not just niyyah!

Give my regards to all and lots of Love to the little ones.

Dadajan.

==================